

غالب
تحقیقاتِ شعر

ڈاکٹر ثمینہ ندیم

غالب

تحقیقاتِ شعر

ڈاکٹر ثمینہ ندیم

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

891.4391 Samina Nadeem, Dr.
Ghalib : Tehqiqaat-e-Sh'air/
Dr. Samina Nadeem.-Lahore : Sang-e
-Meel Publications, 2020.
152pp.
1. Urdu Literature - Poetry -
Criticism. I. Title.

2020ء
افضال احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور
سے شائع کی۔

ISBN-10: 969-35-3270-8
ISBN-13: 978-969-35-3270-8

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 92-423-722-0100 / 92-423-722-8143 Fax: 92-423-724-5101
http://www.sangemeel.com e-mail: smp@sangemeel.com

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور

ترتیب

پیش لفظ

مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ اردو ادب میں شعری نابغہ کی حیثیت رکھتے ہیں اگر چہ انہیں اپنی فارسی دانی پر بہت ناز تھا لیکن انہیں اصل شہرت اردو شاعری کے سبب ملی۔ ''دیوانِ غالبؔ'' کے مختلف ایڈیشن وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہے۔ دلچسپ امر یہ ہے محققین و تدوین کار بھی اس میں مسلسل دلچسپی لے رہے ہیں لیکن محققین کی اسقدر دلچسپی کے باوجود ''دیوانِ غالبؔ'' میں الحاق، ترمیم اور تصرف کا جو سلسلہ انیسویں صدی میں شروع ہوا اکیسویں صدی میں بھی جاری ہے۔ اس تصنیف کا مقصد اردو کلامِ غالبؔ میں ان اغلاط اور ترامیم کی نشاندہی ہے تاکہ شائقینِ ادب غالب کے اردو کلام کی درست تفہیم کر سکیں۔ غالب کی غزلیات، قصائد، منظومات، قطعات اور مثنویات میں دیوانِ غالبؔ کی مختلف اشاعتوں میں جو تبدیلیاں ہوئیں انہیں مثالوں اور حوالوں کے ساتھ واضح کیا گیا ہے نیز اس سلسلے میں جو املائی فرق روا رکھے گئے ان کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ مجھے امید ہے میری یہ کوشش محققین اور ادب کے طالب علموں کو ضرور دعوتِ غور و فکر دے گی۔

ڈاکٹر ثمینہ ندیم

۱۶ مارچ ۲۰۱۹ء

دیوانِ غالبؔ یا دیوان ہائے غالبؔ

ہمارے عام قاری غالب کے ایک مروّج یا متداول مجموعہ انتخاب ''دیوانِ غالبؔ'' سے ہی واقف ہیں۔ اکثر پڑھے لکھے لوگ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ یہ غالب کا مستند اور مصدقہ دیوان ہے۔ ناقدینِ فن نے اسے الہامی کتاب بھی کہا۔ غالب کی شہرت میں گزشتہ دوصدیوں سے مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ اسی شہرت کی وجہ سے لوگوں کی نظروں سے اس مجموعہ یا دیوان کی منفی خصوصیات اوجھل ہیں۔ حالانکہ غالب کے دور میں بھی اور اس کے بعد بھی گاہے بگاہے ان کی نشاندہی ہوتی رہی۔ خود غالب بھی اپنے عہد میں اپنی اردو شاعری کی غیر مقبولیت سے مطمئن نہ تھے لہذا انہوں نے عملی طور پر بھی اس دیوان کو مناسب طریقے سے ترتیب دینے میں لاپرواہی برتی۔ دراصل مرزا غالب کی توجہ کا مرکز ومنبع فارسی۔ رہی آزاد لکھتے ہیں ''مرزا کو اصلی شوق فارسی نظم ونثر کا تھا اور اسی کمال کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔''(۱)

غالب نے جب مفتی میر عباس صاحب کو قاطع برہان بھجوائی تو خط میں لکھا ''مبداءِ فیاض کا مجھ پر احسانِ عظیم ہے۔ ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک مناسبت ازلی اور سرمدی لایا ہوں۔''(۲)

گو غالب نے فارسی کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی تھی اور یہ بھی ثابت ہوچکا ہے کہ عبدالصمد نامی شخص جس کو انہوں نے اپنا استاد بتایا دراصل ان کے تخیل کی اختراع تھا تاکہ خود کو ''بے استادے'' کے طعنے سے بچا سکیں لیکن اس کے باوجود ان کو اپنی فارسی دانی پر فخر تھا۔

جناب نادم سیتا پوری بھی غالب کے فارسی زبان و ادب سے لگاؤ کا اعتراف کرتے ہیں۔

''فارسی فرہنگ ولغات کے مستند عالم ہوں یا نہ ہوں لیکن غالب کو فارسی زبان و ادب سے جو ازلی اور فطری لگاؤ تھا اس نے اپنے معاصرین میں انہیں ایک ممتاز مقام ضرور دے دیا تھا۔ فارسی شعر و ادب پر ان کی گہری نگاہ تھی اور ان کے وسیع مطالعہ کو بیدلؔ، اسیرؔ، شوکتؔ اور حزیںؔ کی رمزیت نے اتنا متاثر کیا ہے کہ انہوں نے اسی رنگ کو اپنی شاعری کی اساس و بنیاد بنالیا۔'' (۳)

مولانا عرشی نے بھی غالب کی فارسی زبان سے دلچسپی کو تسلیم کیا ہے۔

''اگر چہ مرزا صاحب نے ابتدائے سن تمیز میں اردو زبان میں سخن سرائی کی، لیکن وہ آغاز ہی سے نظم و نثرِ فارسی کے عاشق و مائل اور تیغ اصفہانی کے گھائل تھے اس لئے ان کا ابتدائی اردو کلام، تخیل والفاظ دونوں میں فارسی کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔'' (۴)

فارسی زبان سے گہری مناسبت کے باوجود غالبؔ وہ خوش قسمت شاعر ہیں جن کی زندگی میں ان کے پانچ مختلف اردو مجموعے ''دیوانِ غالبؔ'' کے نام سے زیورِ طبع سے آراستہ ہوئے۔

اشاعتوں کی تفصیل یہ ہے

پہلا ایڈیشن:	مطبع سید الاخبار، دلی	اکتوبر ۱۸۴۱ء	کل شعر ۱۰۹۶
دوسرا ایڈیشن:	مطبع دار السلام، دلی	مئی ۱۸۴۷ء	کل شعر ۱۱۵۸
تیسرا ایڈیشن:	مطبع احمدی، دلی	جولائی ۱۸۶۱ء	کل شعر ۱۷۹۶
چوتھا ایڈیشن:	مطبع نظامی کانپور	جون، جولائی ۱۸۶۲ء	کل شعر ۱۸۰۲
پانچواں ایڈیشن:	مطبع مفید خلائق، آگرہ	۱۸۶۳ء	کل شعر ۱۸۹۵

دیوانِ غالبؔ کے ہر ایڈیشن میں اشعار اور ان کی تعداد مختلف رہی ہے۔ مرّوجہ

دیوان اصل میں وہ دیوان ہے جو چوتھے نمبر پر چھپا اور مطبع نظامی کانپور سے شائع ہوا۔ اسی دیوان نے بار بار چھپ کر مقبولیت پائی۔ عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ غالب نے اس ایڈیشن کی خود تصحیح فرمائی۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنے مضمون ''نسخہ عرشی، طبع ثانی کے لیے کچھ معروضات'' میں لکھا ہے:

''غالب نے مطبع احمدی ایڈیشن ۱۸۶۱ء طبع سوم کی ایک کاپی کی اپنے ہاتھ سے تصحیح کی۔ یہ بیش بہا کاپی کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں محفوظ ہے۔ اسے مستند تسلیم کرنا چاہیے۔''(۵)

اس رائے سے بعض ماہرینِ غالبیات اتفاق نہیں کرتے۔ ڈاکٹر اکبر حیدری نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے:

''میں پورے وثوق اور ذمے داری کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ پروفیسر جین صاحب نے مطبع احمدی کا ایڈیشن دیکھا ہی نہیں۔ انہوں نے اس بارے میں جو انکشاف کیا ہے، درست نہیں۔ اس نسخے کی اول حقیقت یہ ہے کہ یہ نادر و کمیاب ایڈیشن کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں مخطوطہ نمبر ۹۸۸ کے تحت محفوظ ہے۔ یہ ہرگز مخطوطہ نہیں بلکہ مطبوعہ نسخہ ہے۔ اندراج کے رجسٹر اور فہرست مطبوعہ میں بھی اسے مخطوطات کے تحت درج کیا گیا ہے اور کیفیت خانے میں ''تصحیح شدہ غالب'' لکھا گیا ہے۔ اصل میں یہ غالب کا تیسرا (مطبوعہ) ایڈیشن ہے جو غالب کی حیات میں ۲۰ محرم ۱۲۷۸ ہجری (مطابق آخر جولائی ۱۸۶۱ء) کو مطبع احمدی دہلی میں اموجان کے اہتمام سے شائع ہوا تھا۔''(۶)

یہ اختلاف رائے اپنی جگہ مگر دلچسپ امر یہ ہے کہ غالب نے اس کے بعد پانچواں دیوان بھی ترتیب دیا لہٰذا محض ایک دیوان کو غالب کا کمالِ فن سمجھنا درست نہیں۔

مروّجہ دیوانِ غالب پر سب سے پہلا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس کی ترتیب نامناسب ہے۔ کسی غزل میں ایک شعر ہے اور کہیں دو یا تین اشعار جو غزل کی روایت کے منافی ہے حالانکہ غالب غزل کی روایت سے بخوبی آگاہ تھے اور ان کے دوسرے مرتب دیوانوں میں ایسی صورت نہیں۔ نسخہ عرشی زادہ، نسخہ حمیدیہ، نسخہ شیرانی میں مکمل غزلیں پائی

جاتی ہیں جو مطلع اور مقطع کے ساتھ مکمل ہیں جبکہ مروّجہ دیوان میں کسی کا مطلع نہیں اور کسی کا مقطع نہیں لہذا اس نقطہ نظر سے بھی یہ دیوان نامکمل اور غیر تسلی بخش ہے۔

یہ عدم اطمینانی اس وجہ سے نہیں کہ غالب کو اس کا شعور نہیں تھا۔ وہ غزل کے فن کے بہت ماہر استاد تھے اور اپنے اس وصف کا انہیں بخوبی احساس تھا۔

ادائے خاص سے، غالبؔ ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے، یارانِ نکتہ داں کیلئے (۷)

آتے ہیں غیب سے، یہ مضامیں خیال میں
غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے (۸)

جتنے بھی قلمی دیوانِ غالب نے مرتب کروائے اس لحاظ سے عمدہ مثال پیش کرتے ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ متداول دیوان کی اشاعت کے وقت غالب نے اس میں زیادہ دلچسپی نہیں لی۔ شیفتہ نے ''گلشن بے خار'' میں متذکرہ دیوان کو غالب کے بڑے مجموعہ کا انتخاب قرار دیا۔ مولوی کریم الدین نے بھی ''گلشن بے خار'' کے حوالے سے یہی لکھا ہے لیکن مولانا محمد حسین آزادؔ نے اس پر تفصیلاً روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

''سن رسیدہ اور معتبر لوگوں سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں ان کا دیوان بہت بڑا تھا۔ یہ منتخب ہے مولوی فضل حق صاحب اور مرزا خان عرف مرزا خانی کوتوالِ شہر، مرزا صاحب کے دلی دوست تھے ہمیشہ باہم دوستانہ۔ جلسے اور شعر وسخن کے چرچے رہتے تھے انہوں نے اکثر غزلوں کو سنا اور دیوان کو دیکھا تو مرزا صاحب کو سمجھایا کہ یہ اشعار عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ مرزا نے کہا اتنا کچھ کہہ چکا اب تدارک کیا ہوسکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ خیر! ہوا، سو ہوا، انتخاب کرو اور مشکل شعر نکال ڈالو۔ مرزا صاحب نے دیوان حوالہ کر دیا۔ دونوں صاحبوں نے دیکھ کر انتخاب کیا۔ وہ یہی دیوان ہے جو کہ آج ہم عینک کی طرح آنکھوں سے لگائے پھرتے ہیں۔'' (۹)

مولانا محمد حسین آزاد کے بیان کی تصدیق خود مرزا کے ایک خط سے بھی ہوتی

ہے، مولوی عبدالرزاق شاکر کو لکھتے ہیں:

''قبلہ ابتدائے فکرِ سخن میں بیدلؔ و اسیرؔ و شوکتؔ کے طرز پر ریختہ لکھتا تھا چنانچہ ایک غزل کا مقطع یہ تھا۔

طرزِ بیدل میں ریختہ لکھنا
اسداللہ خاں قیامت ہے

۱۵ برس کی عمر سے ۲۵ برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا۔ دس برس میں بڑا دیوان جمع ہو گیا آخر جب تمیز آئی تو اس دیوان کو دور کیا اوراق یکم قلم چاک کیے۔ دس پندرہ شعر واسطے نمونے کے دیوان حال میں رہنے دیے۔''(۱۰)

غالب کا یہ بیان اس حوالے سے محلِ نظر ہے کہ سارا کلام ضائع کر دیا اور دس پندرہ شعر نمونے کے طور پر دیوان حال میں رکھ لیے حالانکہ مروّجہ دیوان میں بھی بہت مشکل اشعار پائے جاتے ہیں اور جن کی تعداد اوپر دی گئی تعداد سے زیادہ ہے لہٰذا یہ بیان درست نہیں۔ مولانا امتیاز علی خان عرشی نے اسے مرزا کی مبالغہ آرائی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔

''فی الحقیقت یہ مبالغہ ہے اس لیے کہ نسخہ شیرانی کے متن کی غزلوں میں سے بڑی تعداد موجودہ دیوان میں پائی جاتی ہے۔ اس سے قطع نظر مرزا صاحب نے قدیم دیوان کے تین قصیدوں میں سے دو انتخاب میں شامل کر لیے ہیں۔ ان کے اشعار کی تعداد ۷۷ تھی اس میں ۵۱ شعر آج بھی منتخب دیوان کے اندر موجود ہیں یہ کھلا ثبوت ہے اس امر کا کہ منتخب اشعار کی واقعی تعداد دس پندرہ سے کہیں زیادہ تھی اور دیوان کا طاق نسیاں پر رکھ دینا یا اس کا یک قلم چاک کر دینا صرف مبالغہ تھا۔''(۱۱)

جناب مالک رام بھی مختلف خطوط سے غالب کے بیانات پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں ''یہ مختلف بیانات جن میں دس، گیارہ، بارہ اور پندرہ برس کی عمر کو شعر گوئی کے آغاز کا زمانہ بتایا گیا ہے ظاہر ہے کہ یہ سب کے سب درست نہیں ہو سکتے۔''(۱۲)

دیوانِ غالبؔ کی ترتیب کے متعلق دوسری روایت کہ غالب نے اپنی عدم دلچسپی

کے سبب دوستوں سے کہا کہ وہ کلام کا انتخاب کرلیں۔ جناب امتیاز علی خاں عرشی مولانا محمد حسین آزاد کے اس بیان ''مولوی فضل حق خیرآبادی اور مرزا خانی، کوتوال دہلی نے مرزا غالب کے دیوان ریختہ کا انتخاب کیا ہے۔''(۱۳) سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''اوّلاً تو نسخہ عرشی زادہ، نسخہ بھوپال، نسخہ شیرانی، گل رعنا اور نسخہ رامپور قدیم کا مطالعہ اس کی توثیق نہیں کرتا دوسرے خود مرزا صاحب نے اس انتخاب کی ذمہ داری اپنے سر لی ہے۔''(۱۴)

مولانا حالی نے ''یادگار غالب'' میں اس بابت جو تفصیل دی ہے اسکا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

''ان کے سوا جب مولوی ''فضل حق'' سے مرزا کی رسم و راہ بہت بڑھ گئی اور مرزا کو اپنا خالص اور مخلص دوست اور خیر خواہ سمجھنے لگے تو انہوں نے اس قسم کے اشعار پر ''روک ٹوک'' کرنی شروع کی یہاں تک کہ انہیں کی تحریک سے انہوں نے اپنے اردو کلام میں جو اس وقت موجود تھا دو ثلث کے قریب نکال ڈالا اور اس کے بعد اس روش پر چلنا بالکل چھوڑ دیا۔''(۱۵)

جناب نادم سیتاپوری کی رائے اس کے برعکس ہے وہ مروّجہ اردو دیوانِ غالب کے انتخاب کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''جہاں تک مروّجہ اردو دیوانِ غالب کے انتخاب کا سوال ہے اس کی تمہید، اختتام یا دیباچوں میں غالب نے اگر اس واقعہ کا تذکرہ نہیں کیا کہ ''یہ انتخاب علامہ خیرآبادی اور چند دوسرے دوستوں کی سخن فہمی کا رہینِ منت ہے'' تو اس سے غالب کی نیت پر حرف گیری کی جاسکتی ہے اور نہ اسے آزاد اور حالی کی روایات کی تردید کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اب سے سوسوا سال پہلے ایسی باتوں کو کوئی اہمیت حاصل نہیں تھی اس دور کے اربابِ کمال اور اہل علم کا ''استغنا'' ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر میں بھی نہیں لاتا اور نہ پیش لفظ اور دیباچوں میں تالیفی یا تصنیفی تعاون واشتراک کے شکریہ ادا کرنے کا باقاعدہ رواج پڑا تھا۔ شخصی اقتدار کے زمانہ میں اور اس کے بعد بھی بہت دنوں تک مصنفین یا مؤلفین آغازِ کتاب میں یا اختتام پر صرف اپنے

ان ''خداوندانِ نعمت'' کا شکریہ ادا کرتے تھے جن کی علمی قدردانیوں کی چھاؤں میں انہیں زندگی گزارنا پڑتی تھی۔''(۱۶)

حقیقت بھی یہی ہے کہ غالب اپنے کلام اردو کے انتخاب میں بہت لاپرواہ واقع ہوئے تھے لہٰذا بعض محققین کا یہ کہنا کہ غالب نے اپنے کلام کا انتخاب از خود کیا اور بعض محققین کی رائے میں یہ فریضہ ان کے دوستوں نے ادا کیا۔ اب یہ فیصلہ کیسے ہو کہ ان میں کونسی رائے مبنی بر حقیقت ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ حقیقت ان دونوں انتہاؤں کے درمیان ہے۔ غالب کے پاس اپنے کلام کی بیاض موجود تھی وہ جب کوئی نسخہ مرتب کرنا چاہتے اس بیاض پر نشان لگا کر کاتب کے حوالے کر دیتے۔ اس کام میں ان کے دوست احباب ہی ان کے معاون اور مددگار ہوتے۔ کاتب ان نشان زدہ اشعار کی کتابت کرتا اور یہ کتابت شدہ دیوان زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آتا تو غالب کو سہو کاتب کا احساس ہوتا اور یہ احساس اتنا شدید تھا کہ جب دیوانِ غالب کا تیسرا ایڈیشن مطبع احمدی باہتمام امو جان، شاہدرہ سے ۲۰ محرم ۱۲۷۸ھ/ جولائی ۱۸۶۱ء میں شائع ہوا جس میں اشعار کی تعداد ۱۷۹۶ ہے مرزا غالب نے اس ایڈیشن کو نہ صرف رد کیا بلکہ ۱۸ اگست ۱۸۶۱ء میں میر مہدی مجروح کے نام لکھے گئے خط میں اپنی برہمی کا اظہار اسطرح کیا:

''دیوان اردو چھپ چکا۔ ہائے! لکھنؤ کے چھاپے خانے جس کا دیوان چھاپا، اس کو آسمان پر چڑھا دیا، حُسنِ خط سے الفاظ کو چمکا دیا۔ دلّی پر اور اس کے پانی پر اور اس کے چھاپے خانے پر لعنت! صاحب دیوان کو اسطرح یاد کرنا، جیسے کُتے کو آواز دے۔ ہر کاپی دیکھتا رہا ہوں، کاپی نگار اور تھا، متوسط، جو کاپی میرے پاس لایا کرتا تھا، وہ اور تھا۔ اب جو دیوان چھپ چکے حق التصنیف ایک مجھ کو ملا۔ غور کرتا ہوں کہ وہ الفاظ غلط جوں کے توں ہیں، یعنی کاپی نگار نے نہ بنائے، ناچار غلط نامہ لکھا۔۔۔۔۔ نہ میں خوش ہوا ہوں نہ تم خوش ہو گے۔''(۱۷)

دیوانِ غالب کا چوتھا ایڈیشن اس کی اصلاح یافتہ شکل ہے۔ غالب نے تیسرے

ایڈیشن کی تصحیح کرنے کے بعد اشاعت کے لیے محمد حسین خان، مطبع احمدی کو بھیج دیا۔ محمد حسین خان نے اسے مطبع نظامی کانپور کو بھیجا وہاں سے دیوان کا چوتھا ایڈیشن ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء میں شائع ہوا جس میں اشعار کی تعداد ۱۸۰۲ ہے۔ لیکن پانچویں مرتبہ دیوانِ غالبؔ کا چھپنا ظاہر کرتا ہے کہ غالب اس سے بھی مطمئن نہ تھے اگر چہ مقبولیت دیوانِ غالبؔ کے چوتھے ایڈیشن کو ہی حاصل ہوئی جس کی ترتیبِ مضامین تیسرے ایڈیشن کے مطابق ہے لیکن جو اختلاف برتے گئے ہیں وہ جناب امتیاز علی خاں عرشی نے وضاحت سے دیوانِ غالبؔ (نسخہ ءعرشی) کے طویل اور مبسوط دیباچے میں رقم کیے ہیں۔

''ایک تو اس میں نیرّ کی تقریظ شامل نہیں کی گئی اور دوسرے حسب ذیل دو غزلیں اضافہ کی گئیں جو نسخہ رامپور جدید اور احمدی ایڈیشن کسی میں نہیں پائی جاتیں۔

۱۔ کیوں کر اس بت سے رکھوں جان عزیز (۳ شعر)

۲۔ بہت سہی غم گیتی، شراب کم کیا ہے (۳ شعر)

۔۔۔ البتہ ایک فاش غلطی اس میں رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ مرزا صاحب کا ایک شعر

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا، مری جو شامت آئے

اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

اس طرح مسخ کیا گیا: گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری خوشامد سے

مندرجہ ذیل اغلاط نے بھی اشعار کے املا یا مطلب کو مسخ کیا ہے زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جاویں گے کیا (بجائے بھرتے تلک) آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک (بجائے ہوتے تک)۔''(۱۸)

یہ محض چند مثالیں ہیں مولانا عرشی نے مزید مثالیں دے کر لکھا ہے کہ ان کے علاوہ بھی متعدد اغلاط ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ پروف اور کاپی کی تصحیح توجہ سے نہیں کی گئی۔ یہاں املا کے فرق کا ذکر بھی ضروری ہے۔ غالب اپنی املا میں پاؤں کو ''پانو'' لکھتے تھے اور اسی کو درست سمجھتے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی نے دیوانِ غالبؔ کا صدی ایڈیشن شائع کیا

ہے اس میں ''پانو'' ہی لکھا ہے۔

دھوتا ہوں جب میں پینے کو اس سیم تن کے پانو
رکھتا ہے ضد سے، کھینچ کے باہر لگن کے پانو (۱۹)

رشید حسن خاں نے ''املائے غالب'' میں لکھا ہے

''مرزا صاحب یہ مانتے تھے کہ ''پانو، گانو، چھانو'' صحیح املا ہے اور پاؤں لکھنے کو غلط مانتے تھے۔ایک شاگرد کو لکھا ہے:

پانو، قافیہ گانو، چھانو کا ہے آگے اُس کے نون لکھنا غلط ہے مگر ہاں بہ صیغہ جمع یوں لکھنا چاہیے پانوؤں۔'' (۲۰)

املا کے اختلاف اور اغلاط اپنی جگہ مگر یہاں ایک اور اہم حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا وہ یہ کہ غالب آخری عمر میں اپنی خرابیٔ صحت اور مالی مشکلات کے سبب سخت بیزاری کا شکار رہتے تھے لہٰذا اپنے دیوان کے انتخاب میں عدم دلچسپی ایک فطری امر تھا۔

ہمارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرضِ ہنر میں خاک نہیں!!!!! (۲۱)

زندگی اور شعر گوئی کے فن سے بیزاری نواب انور الدولہ کو لکھے گئے اس خط سے بھی ظاہر ہے۔

''حواس کھو بیٹھا، حافظہ کو رو بیٹھا اگر اٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں قد آدم دیوار اٹھے۔'' (۲۲)

ہر گوپال تفتہ کو ۴ مئی ۱۸۵۸ء کے خط میں لکھا ہے۔

''قولنج اور پھر کیسا شدید کہ پانچ پہر مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپا کیا۔۔۔۔۔۔ کل سے خوفِ مرگ گیا ہے اور صورت زیست کی نظر آئی ہے۔'' (۲۳)

۱۹ جون ۱۸۶۳ء کو مرزا صاحب نے قاضی عبدالجمیل بریلوی کو صاف لکھ دیا۔

''کتاب سے نفرت، شعر سے نفرت، جسم سے نفرت، روح سے نفرت۔'' (۲۴)

ان حالات میں مرزا کیلئے اپنے دیوان میں دلچسپی لینا یا اس کے انتخاب میں کسی ایک انتخاب کو حتمی یا اغلاط سے پاک قرار دینا ممکن نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ایک بھی دیوانِ غالب ایسا موجود نہیں جو مکمل درست اور صحیح ہو تمام میں اختلافات ہیں۔ اشعار اور غزلوں کی تعداد مختلف ہے۔ یہ انتخاب سارے کلام غالب کا ایسا انتخاب ہیں جو مختلف اوقات میں کیا گیا لہذا انہیں انتخاب ہی سمجھنا چاہیے۔ علاوہ ازیں متداول دیوان میں بار بار چھپنے اور غالب کے شائقین کی اصلاح سے تبدیلیاں اور غلطیاں راہ پا چکی ہیں۔ ان اختلافات کے سبب کسی ایک انتخاب کو بھی جامع اور مکمل نہیں کہا جا سکتا۔

حواشی

۱۔ آزاد، مولوی محمد حسین، آب حیات، لاہور، شیخ مبارک علی، ۱۹۵۴ء، ص ۴۸۸

۲۔ غالب، مرزا اسداللہ خاں، عود ہندی، مرتب سیّد مرتضیٰ حسین فاضل، لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع اول، جون ۱۹۶۷ء، ص ۴۲۱

۳۔ نادم سیتاپوری، غالب کے کلام میں الحاقی عناصر، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، س۔ن، ص ۲۲

۴۔ عرشی، مولانا امتیاز علی خاں، دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) لاہور، مجلس ترقی ادب طبع دوم، دسمبر ۲۰۱۱ء ص ۱۷

۵۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، مضمون مطبوعہ نقوش، غالب نمبر فروری ۱۹۶۹ء ص ۱۸۷ بحوالہ اکبر حیدری، ڈاکٹر، غالبیات کے چند فراموش شدہ گوشے، کراچی، ادارہ یادگار غالب، ص ص ۱۵۶، ۱۵۷

۶۔ ایضاً ص ۱۵۷

۷۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۳۱۲

۸۔ ایضاً ص ۳۰۴

۹۔ آزاد، مولوی محمد حسین، آب حیات، مطبع مفید عام، ۱۸۸۷ء، ص ۵۱۷

۱۰۔ عود ہندی، ص ۳۹۰

۱۱۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۲۲، ۲۳

۱۲۔ دیوانِ غالبؔ، مرتب، مالک رام، دہلی، آزاد کتاب گھر، ۱۹۵۷ء، ص ۸، ۷

۱۳۔ آزاد، محمد حسین، آب حیات، ص۴۸۴

۱۴۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۲۳

۱۵۔ حالی، الطاف حسین، یادگار غالب: نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۶ء ص۱۰۴

۱۶۔ نادم سیتاپوری، غالب کے کلام میں الحاقی عناصر، ص۴۷

۱۷۔ خطوطِ غالب، جلد اوّل، مرتب، غلام رسول مہر، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء، ص۳۹۰

۱۸۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۱۴۱

۱۹۔ دیوانِ غالبؔ، مرتب، حامد علی خاں، لاہور، الفیصل، اپریل ۱۹۹۵ ص۱۰۰

۲۰۔ رشید حسن خاں، املائے غالب، کراچی، ادارہ یادگار غالب طباعت اوّل، ۲۰۰۵ء، ص۱۱

۲۱۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۲۲۷

۲۲۔ خطوطِ غالب، جلد اوّل، مرتب غلام رسول مہر، ص۴۴۹

۲۳۔ ایضاً، ص۵۲

۲۴۔ عودِ ہندی، مرتب سیّد مرتضیٰ حسین فاضل، ص۴۱۱

دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) تاریخی ترتیب ایک سوال؟

مرزا اسد اللہ خاں غالب اُردو شاعری میں ایک نابغہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ غالب نے اُردو شاعری کو جدید اور زندگی بخش موضوعات و اسالیب سے روشناس کرایا۔ انیسویں صدی سے اکیسویں صدی تک غالب محققین وناقدین کی توجہ کا مرکز رہے ہیں۔ دیوانِ غالبؔ نسخہ عرشی اس توجہ اور دلچسپی کا ثبوت ہے۔ جس کی اشاعتِ اول مجلس ترقی ادب لاہور سے جون 1992ء میں اور طباعتِ دوم دسمبر 2011ء میں منظر عام پر آئی۔

محترم امتیاز علی خاں عرشی کی اس کاوش کو تدوین اور ترتیبِ متن کے لحاظ سے ایک مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ محققین اور ناقدین نے اس کے متعلق اپنے تنقیدی خیالات و آراء کا اظہار بھی کیا ہے۔ بلاشبہ یہ دیوانِ غالب مولانا عرشی کے مطالعاتِ غالب کا نچوڑ ہے۔ لیکن اس نسخہ کے متعلق کچھ باتیں محل نظر ہیں جن کی طرف یا تو محققین نے توجہ نہیں کی یا پھر خطائے بزرگاں کے مصداق ان سے صرفِ نظر کیا ہے۔ اس مرتب کردہ مجموعے کو ''دیوانِ غالبؔ'' کا نام دیا گیا ہے۔ جس کے سب ٹائٹل میں تحریر ہے:

''نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ دھلوی متخلص بہ اسدؔ و غالبؔ متوفی (1285ھ = 1869ء) کے تمام اُردو کلام کا مجموعہ جسے تاریخی ترتیب کے

ساتھ پیش کیا گیا۔'' (۱)

اس سلسلے میں دو باتیں غور طلب ہیں پہلی یہ کہ اس مجموعے کو دیوانِ غالبؔ کہا گیا ہے جبکہ سب ٹائٹل میں دعوی کیا گیا کہ ''تمام اُردو کلام کا مجموعہ'' ۔ یہ بات مسلّمہ ہے کہ دیوانِ غالبؔ کا لفظ اصل میں متداول دیوان کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جو اصل میں اس انتخاب پر مشتمل ہے جو مطبع نظامی کانپور سے 1862ء، میں شائع ہوا۔ یہ غالب کے منتخب کلام پر مشتمل ہے۔ جس میں غالب کا نصف سے بھی کم کلام شامل ہے۔ لہذا نسخہ عرشی میں یہ دعویٰ کہ یہ تمام اُردو کلام کا مجموعہ ہے درست نہیں اور اگر ہے تو اسے دیوانِ غالبؔ کہنا نامناسب ہے۔ اگر یہ تمام کلام پر مشتمل ہے تو اسے اُردو کلام کا کلیات ہونا چاہیے۔ اسے دیوانِ غالبؔ کہہ کر محض جزو بنا دینا درست نہیں شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ عرشی صاحب نے دیوانِ غالبؔ کی مقبولیت کے پیش نظر اس مجموعہ کو کسی اور نام سے پیش کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کی کہ شاید اسے قبول عام کا وہ درجہ حاصل نہ ہو جو دیوانِ غالبؔ کو نصیب ہوا اور نہ کلیات کو محض دیوان کہنا نامناسب ہے خصوصاً اس دیوان سے منسوب کرنا جو محض ایک انتخاب ہے۔

متداول دیوان اس سلسلے میں چھوٹا مطبوعہ نسخہ ہے۔ نسخہ عرشی اگر مکمل اُردو کلام پر مشتمل ہے تو اس کے لیے دیوان کا لفظ مناسب نہیں دیوان اور کلیات میں امتیاز ضرور روا رکھا جانا چاہیے۔ ڈاکٹر گیان چند نے اپنے مضمون ''نسخہ عرشی'' طبع ثانی کے لیے کچھ معروضات میں اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھا:

''یہ نسخہ صحیح معنی میں کلیات ہے۔ غالب کے دیوان کے متعدد قلمی اور مطبوعہ مجموعے ہیں۔ لیکن ''نسخہ عرشی' کے سوا کوئی بھی غالب کے پورے کلام کو محیط نہیں۔ ''نسخہ عرشی'' کو کلیات کہنے سے اس کی امتیازی خصوصیات واضح ہو جائیں گی۔'' (۲)

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ دیوانِ غالبؔ نسخہ عرشی میں دعویٰ کیا گیا کہ تمام اُردو کلام کو تاریخی ترتیب سے پیش کیا گیا۔ آل احمد سرور دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) کے دیباچے میں

لکھتے ہیں۔

''غالب کے کلام کے جتنے ایڈیشن شائع ہوئے ہیں ان میں نسخہ حمیدیہ (انوار الحق) ارمغانِ غالب (اکرام) انتخابِ غالب (عرشی) اور دیوانِ غالب (مالک رام) کی خاص اہمیت ہے غالب کے تنقیدی شعور کے مطالعہ کے لیے ان نسخوں کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ ڈاکٹر عبدالطیف کو سب سے پہلے غالب کے سارے اُردو کلام کو تاریخی ترتیب کے ساتھ جمع کرنے کا خیال آیا تھا مگر ان کے تیار کیے ہوئے مواد کا صرف نصف حصہ چھپ سکا۔ اکرام نے پہلے غالب نامہ اور بعد میں ارمغانِ غالب میں یہ کوشش کی مگر ادھوری۔ مالک رام نے نسخہ حمیدیہ کے منتخب اشعار اور کچھ متفرق مروجہ دیوان میں شامل کر کے عام پڑھنے والوں کے لیے ایک اچھا ایڈیشن تیار کر دیا مگر زیرِ نظر ایڈیشن جو اُردو کے مشہور محقق اور غالبیات کے ماہر جناب امتیاز علی عرشی کی برسوں کی محنت کا نتیجہ ہے نہ صرف ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ بلکہ کلام کی تاریخی ترتیب اور صحت، نسخوں کے اختلاف کی نشاندہی، شرح اور ضروری حواشی کے لحاظ سے اب تک کی ساری کاوشوں پر بھاری اور اُردو میں ادبی تحقیق اور عالمانہ نظر کا ایک قابلِ فخر اور ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے۔'' (۳)

مقدمے میں مرتب جناب امتیاز علی خاں عرشی نے زیرِ عنوان ''نسخہ عرشی کی ترتیب'' میں لکھا ہے:

''بعد ازاں ہر حصے کی اصناف کو جداگانہ تاریخ وار مرتب کیا ہے اور جہاں تک غزلوں کا تعلق ہے ہر ردیف کی غزلوں کو الگ حصہ قرار دے کر انھیں تاریخی حیثیت سے آگے پیچھے رکھا ہے۔ مرزا صاحب نے نسخہ بھوپال کے متن کی اکثر غزلوں میں 1237ھ کے بعد نئے شعر بڑھائے تھے بعض دوسرے نسخوں میں بھی اس قسم کے اضافے پائے جاتے ہیں۔ ان اشعار کو مذکورہ غزلوں سے جدا کر کے ان کی تاریخی جگہ پر رکھنے کی جرأت نہیں کی۔۔۔۔میری کوشش تو یہی رہی ہے کہ دیوان کے تمام اشعار کی واقعی یا تقریبی تاریخ نظم کا پتا چل جائے مگر عام حالات میں اکثر شعروں کا صرف تاریخی عہد متعین ہو سکا۔''(۴)

یہاں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ تاریخی ترتیب کیا ہوتی ہے؟ اور کیا واقعی اس نسخے میں یہ ترتیب روا رکھی گئی ہے؟

تاریخی ترتیب میں کلام کو اُس ترتیب سے پیش کیا جاتا ہے جس طرح وہ تخلیق کیا گیا ہے یعنی جو چیز پہلے کہی گئی ہے اُسے تاریخ کے ساتھ پہلے پیش کیا جائے اور بعد کے کلام کو تاریخ کے ساتھ بعد میں ترتیب وار رکھا جائے، یہ مسلمہ تاریخی ترتیب ہے۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ محقق اور مدوّن کے لیے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ شاعر نے اپنے تخلیقی عمل کے دوران کون سے ارتقائی مدارج طے کیے ہیں؟ وہ کن منزلوں سے گزرا ہے؟ وقت کا رجحان اور سماجی پس منظر اس کی سوچ اور شخصیت پر کس طرح اثر انداز ہوا؟

کوئی بھی شاعر اور ادیب اپنے عصری میلانات، سماجی تقاضوں اور گرد و پیش کی آوازوں سے کم یا زیادہ ضرور متاثر ہوتا ہے لہٰذا تاریخی ترتیب شعراء کے کلام کی زیادہ بہتر تفہیم اور تدوین کر سکتی ہے۔ محقق کا کام یہ ہے کہ کلام تاریخ کے ساتھ ترتیب دے تاکہ نقاد اس کی قدر بندی کر سکے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا دیوانِ غالبؔ نسخہ عرشی میں تاریخی ترتیب کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے یا نہیں؟ یقیناً اس کا جواب نفی میں ہے کیونکہ سرسری نظر سے ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ نسخہ عرشی میں تاریخی ترتیب والی بات درست نہیں اس لیے کہ کلامِ غالب کی تخلیق کی تاریخوں کے متعلق کوئی بات بھی قطعی طور پر کہنا درست نہیں سوائے آخری ایام کی چند غزلوں کے جن کی تاریخِ تخلیق ہم تک پہنچ سکی ہے باقی کلام کے بارے میں یہ دعویٰ درست نہیں۔

میرے خیال میں جناب امتیاز علی خاں عرشی جسے تاریخی ترتیب کہتے ہیں وہ دراصل کلامِ غالب کے مختلف نسخوں کی تاریخِ اشاعت ہے۔ چونکہ ان کے مختلف نسخوں اور دیوانوں کی تاریخ اشاعت ہمیں معلوم ہے عرشی صاحب نے سوچا اگر اس ترتیب کے ساتھ ان کے کلام کو ترتیب دے دیا جائے تو یہ تاریخی ترتیب ہو جائے گی۔ لیکن یہ نسخہ ہائے غالب کی اشاعتی ترتیب ہے۔ جسے کسی صورت بھی تاریخی ترتیب نہیں کہا جا سکتا۔ دیوانِ

غالبؔ (نسخہ عرشی) کی اشاعتِ اول کے بعد ڈاکٹر گیان چند نے اس جانب توجہ دلائی تھی۔

''تاریخی ترتیب کے تقاضوں کو کما حقہ، پورا نہ کرنا ہی ''نسخہ عرشی'' کی سب سے بڑی کمی ہے۔عرشی صاحب نے بڑی دیدہ ریزی کی ہے۔وہ کلامِ غالب کی ہر منزل سے واقف ہیں لیکن بہ صورت موجودہ ''نسخہ عرشی'' ان کی محنت کا پورا ثمر قارئین تک پہنچانے میں ناکام ہے''۔ (۵)

ڈاکٹر گیان چند کے اس اعتراض کے باوجود دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) کے نقشِ ثانی میں تاریخی ترتیب کے مسئلے پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔

محترم امتیاز علی خاں عرشی نے مشتملات نسخہ عرشی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس نسخے میں میرزا صاحب کا وہ سب اُردو کلام شامل ہے جو اب تک ان کے نام سے شائع ہوا تھا یا مجھے اپنے مطالعے اور دوستوں کے لطف وکرم سے حاصل ہوا ہے۔''(۶)

مرتب نے اسے حسب ذیل چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہے:

1۔ گنجینہ معنی: اس حصے میں وہ تمام اشعار شامل ہیں جو نسخہ بھوپال اور نسخہ شیرانی میں موجود تھے مگر 1248ھ (1833ء) کے مرتب کیے ہوئے دیوان میں مرزا صاحب نے شامل نہ کیا۔

2۔ نوائے سروش: یہ حصہ اُس کلام پر مشتمل ہے جو مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں لکھوا کر اور چھپوا کر تقسیم کیا تھا اور جو عام طور پر ''دیوانِ غالبؔ'' کے نام سے متداول اور مشہور ہے۔

3۔ یادگارِ نالہ: اس جزو میں وہ کلام رکھا گیا ہے جو دیوانِ غالبؔ کے کسی نسخے کے متن میں تو نہ تھا لیکن بعض نسخوں کے حاشیوں یا خاتمے میں یا مرزا صاحب کے خطوط کے اندر یا ان کے نام سے دوسرں کی بیاضوں میں پایا گیا تھا اور وقتاً فوقتاً اخبارات ورسائل میں چھپ کر اہل ذوق تک پہنچ چکا تھا۔

4۔ بادِ آورد: اس حصے میں نسخہ عرشی زادہ کے ذریعے سے دریافت شدہ کلام شامل کیا

گیا ہے۔اس نسخے کا پتہ ایسے وقت چلا کہ نسخہ عرشی کا متن طبع ہو چکا تھا صرف ایک آدھ جزو چھپنے سے باقی رہ گیا تھا اس لیے اسے آخر میں شامل کرنا ممکن ہو سکا۔اگر اس کا بروقت علم ہو گیا ہوتا، تو یہ کلام گنجینہ معنی کا حصہ ہوتا۔اب اگلے ایڈیشن ہی میں اس کا اندراج صحیح مقام پر ہو سکے گا۔(۷)

محترم امتیاز علی خاں عرشی کے بیان کی روشنی میں جب دیوانِ غالب کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حصہ اول گنجینہ بھوپال کے اشعار پر مشتمل ہے اور اُس میں بھی وہ اشعار نکال دیے گئے ہیں جو متداول دیوان میں موجود ہیں۔

حصہ دوم نوائے سروش ان کے متداول دیوان پر ہی مشتمل ہے۔

حصہ سوم یادگار نالہ: البتہ ان غزلوں اور اشعار پر مشتمل ہے جو مختلف ذرائع سے جمع کیے گئے ہیں یعنی اخبارات و رسائل یا دوسروں کی بیاضوں میں یا پھر مرزا صاحب کے خطوط سے لیے گئے۔

آخری حصہ نسخہ عرشی زادہ پر مشتمل ہے۔

دیوانِ غالب کے ابتدائی تین حصے مختلف نسخوں پر مشتمل ہیں اور ان سے استفادے کی صورت صرف کہیں کہیں متن کی درستی تک ہے۔یہ کہنا کہ پورا دیوان ان نسخوں سے اخذ کیا ہے درست نہیں۔یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ پہلا حصہ نسخہ بھوپال پر مشتمل ہے لیکن اس کے وہ اشعار جو متداول دیوان میں منتخب کر لیے گئے تھے وہ حصہ دوم میں نہیں جو تاریخی ترتیب کے عین اُلٹ ہے۔

حصہ چہارم باد آورد نسخہ عرشی زادہ کے کلام پر مشتمل ہے جو سب سے پہلی عمر کا کلام ہے یعنی 1816ء کا۔تاریخی ترتیب کے اعتبار سے اسے سب سے پہلے آنا چاہیے تھا جبکہ دیوانِ غالب نسخہ عرشی میں اس کو آخر میں درج کیا گیا ہے اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ کلام دیوان مرتب کرنے کے بعد دریافت ہوا ہے جیسا کہ اوپر مولانا عرشی کے لفظوں میں بیان کیا گیا ہے لیکن دیوانِ غالب نسخہ عرشی کا پہلا ایڈیشن 1958ء اور دوسرا 1992ء میں منظر عام

پر آیا جس کا نقش ثانی دسمبر 2011ء میں طبع ہوا۔ نسخہ عرشی کا دوسرا ایڈیشن منظر عام پر آنے سے پہلے 1969ء میں یہ کلام دریافت ہو چکا تھا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ اسے آخر میں شامل کرنے کی بجائے درست جگہ پر رکھا جاتا۔ بہر حال جو بھی وجہ تھی یہ تاریخی ترتیب کے لحاظ سے درست نہیں۔

دیوانِ غالب نسخہ عرشی چار حصوں میں ہونے کے باوجود ردیف وار مرتب ہوا ہے اور ہر حصے کی اندرونی ترتیب بھی تاریخ وار نہیں ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دیوانِ غالب نسخہ عرشی کو تدوینِ متن کے لحاظ سے قابل قدر چیز ہے۔ اس میں مختلف حوالے اور اشعار کی تشریحیں دے کر انہوں نے بہت سے منتشر ذرائع کو یکجا کر دیا ہے۔ لیکن جہاں تک اس کی ترتیب کا تعلق ہے تو یہ تاریخی ترتیب کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔

حواشی

۱۔ عرشی، امتیاز علی خاں، دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) لاہور، مجلس ترقی ادب، طباعت دوم دسمبر 2011ء

۲۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموز غالب، کراچی ادارہ یادگار غالب، 1999ء، ص ۲۲۴

۳۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) دیباچہ بعنوان تقریب

۴۔ ایضاً، مقدمہ، ص ص ۷۶، ۷۷

۵۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموزِ غالب، ص ۲۴۳

۶۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی)، ص ۷۴

۷۔ ایضاً، ص ۷۶

اردو کلامِ غالبؔ کی ترتیب۔ تحقیق و تقابل

غالب اپنی زندگی میں اور بعد میں بھی موضوع بحث و تمحیص رہے۔ محقق و تدوین کار ان کے کلام سے گہری دلچسپی کا عملی اظہار کرتے آئے ہیں۔ غالب کی زندگی میں اور ان کی زندگی کے بعد بھی ان کا کلام زیورِ طبع سے آراستہ ہوتا رہا۔ متن اور صحتِ متن سے متعلق کئی مباحث سامنے آئے۔ بعد از وفات غالب کے نو دریافت کلام پر بھی تحقیق جاری رہی۔ زیر نظر مضمون کا مقصد بھی کلامِ غالب کی ترتیب و تدوین میں محققین و مدونین کے مابین متن سے متعلق جو اختلافات اور املائی فرق روا رکھے گئے انہیں واضح کرنا نیز غالب کے کلام میں الحاق و التباس کا جو سلسلہ ان کی زندگی میں شروع ہوا۔ اور آج تک جاری ہے اس کی نشاندہی کرنا ہے تاکہ متن اور صحتِ متن، اختلافاتِ نسخ اور الحاق و التباس سے متعلق حقائق و شواہد سے آگاہ ہو کر کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کی جاسکے۔

کلام غالب کی ترتیب میں اہم نام دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) کا ہے۔ پھر دیوانِ غالبؔ کامل (تاریخی ترتیب کے ساتھ) مرتب کالی داس گپتا رضا ہے۔ اس ضمن میں دیگر محققین و مرتبین کی کاوشیں بھی سامنے آتی رہیں۔ حال ہی میں اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) ۲۰۱۲ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کلام غالب کی ترتیب سے متعلق ان تین اہم نسخوں کا تحقیقی و تقابلی جائزہ لیا جائے تاکہ کلام غالب کی ترتیب سے متعلق کئی اہم نکات کی وضاحت ہو اور تحقیق کے طالب علموں کیلئے غالب فہمی اور غالب شناسی

کے راستے میں آسانیاں پیدا ہوں۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) کی اشاعت دوم مجلس ترقی ادب لاہور کے تحت دسمبر ۲۰۱۱ء میں سامنے آئی۔

امتیاز علی خان عرشی کے مرتب کردہ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) کے نقش ثانی کے آغاز میں لکھا ہے ''نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ دہلوی متخلص بہ اسدؔ و غالبؔ (متوفی ۱۲۸۵ھ۔۱۸۶۹ء) کے تمام اردو کلام کا مجموعہ جسے تاریخی ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا۔''(۱)

عرشی صاحب کا یہ دعویٰ درست نہیں اس پر تفصیلی بحث راقمہ کے مضمون ''دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) تاریخی ترتیب ایک سوال'' میں موجود ہے۔(۲)

تاریخی ترتیب کا تعلق تاریخِ تخلیق سے ہوتا ہے غالب کے کسی بھی نسخے میں موجود غزلیات کی تاریخ تخلیق کا حتمی تعین ممکن نہیں۔ اگر محض رسالوں، اخباروں، تذکروں اور دستیاب حقائق و شواہد کی بناء پر ان کا تاریخی تعین کیا گیا ہے تو وہ ان کی تاریخِ اشاعت تو ہو سکتی ہے مگر تاریخ ترتیب نہیں۔

مولانا امتیاز علی عرشی نے اس کا انتساب جناب اصغر علی آصف فیضی کے نام کیا ہے۔ ترتیب مندرجات میں آل احمد سرور کا تحریر کردہ دیباچہ بعنوان ''تقریب'' موجود ہے۔ آخر میں سن تحریر ۱۹۵۸ء اور مقام علیگڑھ درج ہے۔ تقریب میں آل احمد سرور نے مولانا امتیاز علی خاں عرشی کے ترتیب متن کو سراہا ہے:

''زیر نظر ایڈیشن'' جو اردو کے مشہور محقق اور غالبیات کے ماہر جناب امتیاز علی عرشی کی برسوں کی محنت کا نتیجہ ہے نہ صرف ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتا ہے بلکہ کلام کی تاریخی ترتیب اور صحت، نسخوں کے اختلاف کی نشاندہی، شرح اور ضروری حواشی کے لحاظ سے، اب تک کی ساری کاوشوں پر بھاری اور اردو میں ادبی تحقیق اور عالمانہ نظر کا ایک قابل فخر اور ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔'' (۳)

آل احمد سرور نے مختصراً غالب کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے ان

کے کلام کو ایک جام جہاں نما قرار دیا ہے، اس کے بعد صفحات کے نمبر لگائے گئے ہیں اور صفحہ نمبر 1 پر ''مقدمہ'' کا عنوان دے کر صفحہ نمبر ۲ سے تفصیلی مقدمہ کا آغاز ہوتا ہے جس میں خود مرزا کی زبانی فارسی اور پھر اردو میں حالات زندگی دیے گئے ہیں۔

فٹ نوٹ میں محض کلیات نثر، پنج آہنگ ۷۶ (۴) اور عود: ۶۹، اردوئے معلیٰ ۲۹۹، خط: ۱، ۲۲۸ (۵) لکھنے پر ہی اکتفا کیا گیا جو یقیناً مکمل حوالے نہیں ہیں۔ مقدمہ میں عنوانات کی تفصیل حسب ذیل ہے: سرگزشت، تعلیم و تربیت، عربی، فارسی، استاد، مطالعہ، تتبع اساتذہ، راہ سخن کے غول، اصل الاصول، بیدلانہ فارسی، تتبع لہجہ، تصوف و نجوم، شعر گوئی، تخلص، استاد شعر ریختہ گوئی، پہلا دور، دوسرا دور، فارسی نگاری، تدوین اشعار، دیوان اردو، نسخہ عرشی زادہ، نسخہ کلکتہ، نسخہ بھوپال، نسخہ شیرانی، پہلا انتخاب گل رعنا، دوسرا انتخاب متداول دیوان، کس نے انتخاب کیا، معیار انتخاب، مقدار انتخاب، تاریخ و مقام انتخاب، آخری انتخاب، طرز سخن، تعریف سخن، تعریف شعر، اوصاف شعر، عیوب شعر، صنائع لفظی میزان شعر، سہل ممتنع، شرکت مشاعرہ، کلکتے کے مشاعرے، دہلی کے مشاعرے اخبار میں اشاعت اشعار، بھٹی یا مدح، ہزل و ہجو، معاصرین کا اعتراف، ناقدردانی عصر، ہنگامہ کلکتہ، قید دہلی شعر گوئی متروک، جدید ترتیب دیوان، مشتملات، ترتیب اختلاف نسخ، زیر مطالعہ نسخے، قلمی نسخے، نسخہ عرشی زادہ، نسخہ بھوپال، نسخہ شیرانی، گل رعنا، نسخہ رامپور قدیم، انتخاب غالب، نسخہ بدایوں، نسخہ دیسنہ، نسخہ کریم الدین، نسخہ لاہور رامپور جدید، انتخاب غالب، مطبوعہ نسخے، پہلا ایڈیشن، دوسرا ایڈیشن، تیسرا ایڈیشن، چوتھا ایڈیشن، پانچواں ایڈیشن، نسخہ حمیدیہ اول، لطیف ایڈیشن، نسخہ حمیدیہ (دوم) ماخذوں کی تاریخی ترتیب، علامات، دیگر علامات، حواشی، فہرست اشعار، اشاریے، املا اور رسم الخط، علامات وقف، تصاویر، شکریہ۔

ایک سو ساٹھ صفحات پر مشتمل طویل مقدمے کے عنوانات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ مولانا امتیاز علی عرشی نے دلجمعی اور عرق ریزی سے یہ معلومات اکٹھی کر کے شائقین غالب تک پہنچائیں۔ محققین کا مقدمہ عموماً تفصیلی ہوتا ہے اگر مقدمے میں بہت ضروری اور

اہم معلومات جیسے ماخذ، طریق کار وغیرہ ہوں اور باقی معلومات حواشی وتعلیقات میں دے دی جائیں تو عام قاری کیلئے زیادہ آسانی ہو لیکن نسخہ عرشی میں درج مقدمے کی یہ معلومات ادب کے طالب علم اور محقق کیلئے بیش بہا خزانہ ہیں۔

بقول ڈاکٹر گیان چند:

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اردو کے جتنے بھی شعری مجموعے مرتب کر کے شائع کیے گئے ہیں معیار ترتیب کے لحاظ سے ان سب میں ''نسخہ عرشی'' کو سب سے اوپر رکھا جائے گا۔۔۔۔مقدمے کے علاوہ حواشی اور اختلافِ نسخ اہل تحقیق کی جنت ہیں۔''(۶)

غالب کے کلام کو جناب امتیاز علی عرشی نے چار حصوں میں منقسم کر دیا ہے: گنجینۂ معنی، نوائے سروش، یادگار نالہ اور بادآورد پھر استدراک، فہرست اشعار، اشاریہ، معذرت اور صحت نامہ کے عنوانات ترتیب مندرجات میں موجود ہیں، استدراک میں دیوانِ غالب نسخہ عرشی زادہ کو مولانا امتیاز علی خان عرشی نے ایک کرامت قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''نسخہ عرشی زادہ نے پہلی بار غالب کی پچیس غیر معروف غزلوں اور دو رباعیوں کا تحفہ دیا ہے۔ان میں سے ایک غزل کئی سال ہوئے ضمیمہ عرشی میں شامل کی جا چکی تھی مگر بعد ازاں گلشن ہمیشہ بہار میں میر امانی اسد کے نام سے ملی تو میں نے نسخہ عرشی کے حصہ سوم، یادگار نالہ میں اسے شامل نہ ہونے دیا لیکن اب یہ غزل متن میں نسخہ عرشی زادہ میں بخط غالب ملی تو اس کے کلام غالب ہونے میں کسی شک وشبے کی گنجائش نہ رہی۔''(۷)

یہاں مولانا امتیاز علی عرشی کی دلچسپی اور لگن کا اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے سالہا سال کی محنت سے محققانہ انداز میں جستجو اور تلاش کا عمل جاری رکھا اور پھر جیسے جیسے معلومات فراہم ہوتی گئیں انہیں مرحلہ وار پیش کرتے گئے۔ جناب عرشی نے مرزا غالب کی املائی خصوصیات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔غالب کو املا سے خاص شغف تھا۔اپنی عمر کے آخری حصے میں غالب نے اپنی املا میں کچھ تبدیلیاں اختیار کیں جیسے اک کی جگہ ایک، ترا کی جائے تیرا، اور آئنہ کی جگہ آئینہ نیز جدید طرز املا اختیار کرتے ہوئے حذف الف والے

مقامات پر الف کا استعمال کرنے لگے جیسے نگہ کی بجائے نگاہ۔

نسخوں کے اختلافات قرأت کے علاوہ مولانا عرشی نے مختلف اشعار سے متعلق ضروری معلومات بھی تفصیل سے شامل کی ہیں۔حواشی میں جناب امتیاز علی عرشی نے پہلے حصے میں اختلاف نسخ کو جگہ دی ہے اوراس کا خط خفی رکھا ہے۔دوسرے حصے کا خط جلی ہے جس میں اشعار کی وہ تمام تشریحیں پیش کردی ہیں جو مرزا غالب نے احباب کے استفسار پر تحریر کیں۔ وہ مضامینِ شعر جو مرزا کے پسندیدہ تھے اور انہیں مختلف پیرا ہائے بیان میں باندھا انہیں بھی جناب امتیاز علی عرشی نے حواشی میں درج کردیا۔اس میں فارسی اور اردو دونوں اشعار ہیں۔

متن کے فٹ نوٹس میں عرشی صاحب نے نشان دہی کے لیے مختلف مخففات کا استعمال کیا ہے کہ یہ نظم یا غزل کن نسخوں میں موجود ہے۔تحقیق اور ادب کے طالب علم کے لیے تو یہ درست ہے مگر عام قاری کیلئے ایک مشکل امر،ڈاکٹر گیان چند بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں:

''یہ بات خاطر نشیں رہے کہ نسخہ عرشی'' جیسا کام عام قارئین کے لیے نہیں،ادب کے طالب علموں کیلئے ہے۔جو قاری دیوانِ غالب کو صرف تفنن طبع کے لیے دیکھنا چاہے وہ کسی متداول ایڈیشن کی سیر کرسکتا ہے'' (۸)

یہ بات درست ہے کہ ''نسخہ عرشی'' سے عام قاری لطف اندوز نہیں ہوسکتا کیونکہ جناب امتیاز علی عرشی نے کلام غالب کو تین حصوں میں تقسیم کردیا ہے جس سے کئی غزلیں مکمل نہ رہیں۔ایک غزل کے کچھ شعر گنجینہ معنی میں دے دیے اور کچھ ''نوائے سروش'' میں۔اس سے غزل کے اشعار میں مجموعی وحدت بھی متاثر ہوئی بقول ڈاکٹر گیان چند:

''کلام کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا نتیجہ یہی ہوا کہ نہ صرف غزلوں بلکہ نظموں کے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے سب سے زیادہ مضر اثر قصیدوں پر پڑا۔

غالب کا قصیدہ ''ساز یک ذرہ ،نہیں ،فیض چمن سے بیکار'' نسخہ عرشی میں دو

حصوں میں منقسم ہے۔ گنجینہ معنی میں ۸۶ اشعار ہیں۔ نوائے سروش میں قصیدے کے ۲۸ اشعار ہیں جبکہ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں یہ قصیدہ کل 110 اشعار کے ساتھ حصہ قصائد میں موجود ہے۔ اسی طرح غالب کی غزل ''نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا'' نسخہ عرشی میں صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰ پر چار شعروں کے ساتھ موجود ہے جبکہ صفحہ 11 پر باقی چار شعر موجود ہیں۔ یہی صورت حال دیگر کئی غزلیات کی ہے ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں ''غالب نے کہا تھا:

''یادگار نالہ اک دیوان بے شیرازہ تھا''

بہ صورت موجودہ ''نسخہ عرشی'' ایک کلیات بے شیرازہ ہے کاش وہ اس تثلیث کو وحدت میں بدل دیں۔''(۱۰)

نسخہ عرشی میں غالب کا شعر ہے:

دام ہر موج میں ہے، حلقہ صدگام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہوتے تک(۱۱)

شعر میں معنوی لحاظ سے ''صد کام نہنگ'' درست ترکیب ہے نسخہ اشرف اور دیوانِ غالب کامل میں یہی درست ترکیب استعمال کی گئی ہے۔(۱۲)

بقول ڈاکٹر گیان چند ''بعض میں ایسا معنوی سقم ہے کہ نہیں مانا جا سکتا ہے کہ غالب نے شعوری طور پر ایسا کیا ہے ان کی نظر چوک گئی ہوگی یا کاتب نے غلطی کی ہوگی''(۱۳)

نسخہ عرشی ٹائپ میں طبع ہوا جس سے باذوق قاری کی حسِ جمال و حس لطافت متاثر ہوتی ہے۔ ڈاکٹر گیان چند کو بھی یہ کمی محسوس ہوئی لکھتے ہیں ''میں زبان اور رسم الخط میں طرح طرح کی اصلاحوں کی تجویز کیا کرتا ہوں لیکن اپنے جدید ذہن کے باوجود جی چاہتا ہے کہ کاش نسخہ عرشی ٹائپ کی بجائے نستعلیق میں چھپا ہوتا۔''(۱۴)

جناب نادم سیتاپوری نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

''اس دیوان کو سامنے رکھ کر سنجیدگی کے ساتھ یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ'' اردو ٹائپ'' اردو رسم الخط کے اشاعتی مقصد کو کامیاب بنانے میں کسی طرح کامیاب ثابت نہیں

ہوا ہے۔ جس سائز پر یہ اٹھارہ سطری دیوان شائع کیا گیا ہے اگر اسی سائز پر اسے ''لیتھو پریس'' میں طبع کرایا جاتا تو اس کی ضخامت کسی طرح چار سو صفحات سے زیادہ نہیں ہو سکتی تھی۔''(۱۵)

ان باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے یہ طے شدہ امر ہے کہ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں ''نسخہ حمیدیہ'' سے لیکر متداول دیوان کے تمام ایڈیشن زیر بحث لائے گئے ہیں نیز غالب کا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام سبھی شامل ہے۔ جناب امتیاز علی خاں عرشی نے بعض اشعار کی تاریخی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ طویل مقدمہ عالمانہ اور تحقیقی انداز کا حامل ہے لہٰذا نقاد اور محققین نسخہ عرشی سے جزوی اختلاف کے باوجود اس کی افادیت اور اہمیت سے انکار نہیں کر سکتے۔

''دیوانِ غالبؔ کامل'' (تاریخی ترتیب کے ساتھ) مرتب کالی داس گپتا رضا انجمن ترقی اردو پاکستان کا شائع کردہ ہے جس کی اشاعتِ اول ۱۹۹۰ء میں اشاعتِ دوم ۱۹۹۴ء میں اشاعتِ سوم ۱۹۹۶ء میں اور اشاعتِ چہارم ۲۰۱۲ء میں منظر عام پر آئی۔ پیش نظر ایڈیشن بھی یہی ہے۔

مرتب نے ''دیوانِ غالبؔ کامل'' کا انتساب شریمتی ساوتری کالی داس گپتا کے نام کیا ہے۔ فہرست مضامین میں حرفے چند جمیل الدین عالی کا تحریر کردہ ہے پھر مقدمہ ''کلام غالب کی تاریخی ترتیب کیوں؟'' تعارف، غالب کا اولین اردو منظوم کلام، غالب کے کچھ ہنگامی مصرعے اور شعر، دیوانِ غالبؔ: طبع اول، غالب کی زندگی میں دیوانِ غالب کی اشاعت (دیباچہ، تقریظ، خاتمۃ الطبع اور تعداد اشعار) اور توقیتِ غالب، جیسے عنوانات کے تحت سائنٹفک انداز میں معلومات پیش کی گئی ہیں۔

صفحہ ۶ پر کالی داس گپتا رضا نے کلام غالب کو تاریخی ترتیب سے گیارہ ادوار میں تقسیم کیا ہے: کلام کا پہلا دور ۱۸۰۷ء تا ۱۸۱۲ء، دوسرا دور ۱۸۱۳ء تا ۱۸۱۶ء تیسرا دور ۱۸۱۷ء تا ۱۸۲۱ء، چوتھا دور ۱۸۲۲ء تا ۱۸۲۶ء، پانچواں دور ۱۸۲۷ء تا ۱۸۲۸ء چھٹا دور ۱۸۲۸ء تا

۱۸۳۳ء، ساتواں دور ۱۸۳۴ء تا ۱۸۴۷ء، آٹھواں دور ۱۸۴۸ء تا ۱۸۵۲ء، نواں دور ۱۸۵۳ء تا فروری ۱۸۵۷ء، کلام کا دسواں دور مئی ۱۸۵۷ تا ۱۸۶۲ء اور کلام کا گیارہواں دور ۱۸۶۳ء تا ۱۸۶۷ء۔ اشاریے میں فہرست اشعار، اشخاص، مقامات اور کتب ورسائل وغیرہ شامل ہیں۔

فہرستِ منظومات میں کالی داس گپتا رضا نے سنین ترتیب وار درج کر کے غالب کا کلام مختلف اصناف جس میں قصائد، مثنوی، غزلیات، قطعات، رباعیات، مخمس، سہرا، سلام، مرثیہ اور اشعار شامل ہیں لیکن یہ سبھی اصناف مخلوط انداز میں شاملِ دیوان ہیں ان کو صنف وار شامل ترتیب نہیں کیا گیا۔ جناب کالی داس گپتا رضا نے واضح کیا ہے کہ میں نے درجہ اول کے ۱۹ ماخذوں کی مدد سے غالب کے اردو کلام کے گیارہ ادوار قائم کیے ہیں۔ ماخذوں کی تفصیل یہ ہے: (۱) تذکرہ عیار الشعراء (۲) تذکرہ عمدہ منتخبہ مطبوعہ (۳) نسخہ بھوپال بہ خط غالب تین عکسی اشاعتیں، عرشی زادہ، کمال احمد صدیقی، نقوش لاہور (۴) نسخہ بھوپال مشمولہ نسخہ حمیدیہ، تین مطبوعہ نسخے مرتبہ مفتی محمد انوار الحق، چوتھا مطبوعہ نسخہ مرتبہ حمید احمد خاں، (۵) نسخہ شیرانی عکسی اشاعت (۶) گل رعنا قلمی اور مطبوعہ (۷) نسخہ رام پور اول یا قدیم (۸) انتخاب غالب (۹) نسخہ بدایوں (۱۰) دیوانِ غالب پہلا مطبوعہ ایڈیشن (۱۱) نسخہ دیسنہ (۱۲) نسخہ کریم الدین یا نسخہ کراچی (۱۳) دیوانِ غالب دوسرا مطبوعہ ایڈیشن (۱۴) نسخہ لاہور (۱۵) نسخہ رامپور ثانی یا جدید (۱۶) قادر نامہ غالب مطبع نظامی کان پور ۱۲۹۵ھ، فیض محمد لکھنؤ ۱۸۹۲ء، مصری لال پریس باتھرش ۱۸۹۶ء (۱۷) دیوانِ غالب تیسرا ایڈیشن (۱۸) دیوانِ غالب چوتھا مطبوعہ ایڈیشن (۱۹) دیوانِ غالب پانچواں مطبوعہ ایڈیشن۔

کالی داس گپتا رضا نے کلام غالب کی ترتیب کے وقت 19 ماخذات کی تفصیل دی ہے جو ترتیب متن کی بنیاد بنے۔ ان میں گیارہ ماخذ انہوں نے ذاتی کتب خانے کی غالب کلیکشن میں موجود بتائے ہیں جبکہ دیگر ماخذ آت کے لیے وہ اعتراف کرتے ہیں۔

''ان میں سے مندرجہ ذیل ۸ ماخذ میں نے نہیں دیکھے اس لئے ان کے لیے کلی

طور پر ''دیوانِ غالبؔ، مرتب عرشی (اشاعت دوم) سے استفادہ کیا گیا۔(۱) تذکرہ عیار الشعراء (۲) نسخہ رام پور اول یا قدیم (۳) انتخاب غالب (۴) نسخہ بدایوں (۵) نسخہ دیسنہ (۶) نسخہ کریم الدین (۷) نسخہ لاہور نسخہ رام پور ثانی یا جدید۔(۱۶)

املاء کے ضمن میں بھی ان کا اعتراف دیکھیے ''املا اور روایتِ اشعار بیش تر نسخہ عرشی کے مطابق ہیں۔ اختلافِ نسخ کو کہیں واضح نہیں کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کام نسخہ عرشی میں احسن طریقے سے انجام دیا گیا ہے اس لیے میری درخواست ہے کہ کہیں شبہ ہو تو دیوانِ غالبؔ نسخہء عرشی سے رجوع کیا جائے۔''(۱۷)

تحقیقی دیانتداری کا تقاضا بھی یہی تھا کہ جناب امتیاز علی عرشی کی کاوشوں کا اعتراف کیا جائے۔ دیوانِ غالبؔ کی ترتیبِ متن میں نسخہ عرشی کے بعد کالی داس گپتا رضا کا ''دیوانِ غالبؔ کامل (تاریخی ترتیب کے ساتھ)'' اہمیت رکھتا ہے۔

کالی داس گپتا رضا کے اس مرتب دیوان میں نسخہ عرشی سے ترتیب متن میں جو بنیادی فرق روا رکھا گیا وہ غالب کے مختلف قلمی اور مطبوعہ نسخوں کی تاریخ کتابت یا تاریخ اشاعت کے مطابق متن کی تقسیم ہے جس سے غالب کے کلام کے گیارہ ادوار متعین ہو سکے۔ جناب کالی داس گپتا رضا کی دیوانِ غالبؔ کی تاریخی ترتیب کو ڈاکٹر محمد خاں اشرف نے مکمل تاریخی ترتیب تسلیم نہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''طریق کار یہ اختیار کیا گیا ہے کہ نسخہ بھوپال ۱۸۱۶ء کا کتابت شدہ ہے تو اس میں موجود کلام کو ۱۸۱۶ء سے قبل یا اسی سال کے تحت درج کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح نسخہ شیرانی، حمیدیہ، لاہور اور مطبوعہ دواوین کے تحت کلام کو سنین میں بانٹ دیا گیا ہے چونکہ اس دیوانِ غالبؔ کامل میں کلام کو تاریخی اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے اور آخر میں جو فہرست دی ہے وہ بھی اسی اعتبار سے ہے۔''(۱۸)

کالی داس گپتا رضا نے کلام غالب کی ادوار میں تقسیم کے حوالے سے لکھا ہے:

''کلام کے زمانہ فکر کے تعیّن کے لیے یہ قاعدہ اختیار کیا گیا ہے کہ اگر کسی مآخذ

کی غزل کا ایک شعر بھی قدیم مآخذ میں پایا گیا ہے تو اس پوری غزل کو قدیم تر مآخذ میں شامل سمجھا گیا ہے کیونکہ پوری غزل نہ کہی گئی ہو تو بھی اس کی اساس اسی عہد میں رکھی گئی تھی عین ممکن ہے کہ اس غزل کے کچھ اشعار واقعی بعد کے کہے ہوئے ہوں مگر ایسے اشعار کی تعداد زیادہ نہیں۔‘‘(۱۹)

کلام غالب کی تاریخ کا اس طرح تعین کرنا مناسب نہیں کیونکہ شعری متون میں نظم یا غزل کی تکمیل پر اس کی تاریخ متعین ہوتی ہے نہ کہ آغاز میں ہی اس کا فیصلہ کرلیا جاتا ہے۔ غالب کی غزلیات کی تاریخِ تکمیل ماسوائے چند غزلیات کے متعین نہیں ہے۔ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ غزل کسی بھی مآخذ میں شمولیت سے پہلے کہی جاتی ہے یوں تاریخی ترتیب ماخذات کی تاریخوں پر مشتمل ہو سکتی ہے کلام کی نہیں۔

ایک اور اہم حقیقت یہ بھی ہے کہ کلام غالب کے اکثر مجموعے کلام کا انتخاب ہیں اور انتخابات ترتیب دیتے وقت سارا کلام شامل نہیں ہوتا کچھ رہ جاتا ہے جسے بعد میں اشاعت پذیر ہونے والے مجموعے میں شامل کرلیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے بھی دیکھیں تو تاریخی ترتیب کا تعین ممکن نہیں۔

کالی داس گپتا رضا نے ’’دیوانِ غالبؔ کامل‘‘ کا نام کلیات غالب نہ رکھنے کی توجیہہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے ’’ضخامت اور تعدادِ اشعار کے پیش نظر اسے غالب کے اردو کلام کا کلیات کہنا چاہیے، مگر میں نے غالب کے مجموعہ کلام اردو کی روایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کا نام ’’دیوانِ غالبؔ‘‘ ہی رہنے دیا صرف ایک لفظ ’’کامل‘‘ کا اضافہ کر دیا۔‘‘(۲۰)

حالانکہ غالب کے تمام اردو کلام کی یکجائی کے بعد اس کا نام ’’اردو کلیاتِ غالب‘‘ ہی ہونا چاہیے تھا۔ غالب کی یہ غزل

باغ، پاکر خفقانی، یہ ڈراتا ہے مجھے
سایہ شاخِ گل، افعی نظر آتا ہے مجھے

کل گیارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ نسخہ عرشی میں گنجینہ معنی کے تحت ۵ شعر (۲۱)،

نوائے سروش میں ۵ شعر (۲۲) اور ایک شعر یادگارِ نالہ میں موجود ہے۔(۲۳) جبکہ دیوانِ غالبؔ کامل میں ۱۸۱۳ء تا ۱۸۱۶ء کے عہد کے کلام میں غزل مکمل موجود ہے۔(۲۴) نسخہ اشرف میں بھی یہ غزل گیارہ اشعار کے ساتھ مکمل ہے(۲۵) لیکن دیوانِ غالبؔ کامل میں ایک شعر نسخہ اشرف اور عرشی سے مختلف ہے۔ ملاحظہ ہو۔

عبرت آئینہ انجام جنوں ہوں، جوں شمع
کس قدر، داغ جگر شعلہ اٹھاتا ہے مجھے (۲۶)

نسخہ عرشی اور نسخہ اشرف میں شعر کا پہلا مصرعہ یوں ہے

حیرت آئینہ انجام جنوں ہوں جوں شمع (۲۷)

اردو کی کلاسیکی شعری روایت میں حیرت ہی آئینے سے وابستہ ہے ''عبرت'' نہیں۔ جناب کالی داس گپتا رضا کے مرتبہ دیوانِ غالبؔ کامل میں کلامِ غالب کو تاریخی ترتیب سے مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے اگرچہ اس سے تاریخی ترتیب کا مسئلہ حل نہیں ہوا کیونکہ اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ منتخب مجموعہ کی ترتیب سے پیشتر یہ اشعار کہے گئے لیکن یہ اشعار اس سے قبل کب لکھے گئے اس حقیقت سے پردہ نہیں اٹھتا۔

کالی داس گپتا رضا نے کلام غالب کی ردیف وار مکمل ترتیب نہیں دی لہٰذا قارئین کیلئے کسی ایک غزل کی تلاش آسان نہیں رہتی۔

دیوانِ غالبؔ کی ترتیب و تدوین کے سلسلے کی تیسری اہم کڑی ''اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف)'' ہے جس کی ترتیب و تدوین کا کام ڈاکٹر محمد خاں اشرف اور ڈاکٹر عظمت رباب نے انجام دیا۔

''اردو کلیات غالب'' سنگ میل پبلی کیشنز نے ۲۰۱۲ء میں شائع کیا پیش لفظ میں ڈاکٹر محمد خاں اشرف لکھتے ہیں۔

''میں نے اپنے شوق کی تسکین کے لیے ایک تجربے کے طور پر غالب کے کلام کو ترتیب دینا شروع کیا تھا یہ عمل زمانہ طالب علمی (۶۳۔۱۹۶۱ء) سے شروع ہوا جب میں

اورئینٹل کالج کا طالب علم تھا اور ۱۹۶۹ء میں پہلی دفعہ مکمل ہوا۔‘‘(۲۸)

مقدمہ میں مرتبین نے غالب کی زندگی اور کلام کا مختصر تعارف پیش کرتے ہوئے غالب کے قلمی نسخوں کی تفصیل دی ہے۔

’’غالب کی وفات کے بعد کلام غالب کی ترتیب اور طباعت کا کام‘‘ میں تفصیل مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت دی گئی ہے۔(۱) کلیاتِ غالب اردو مرتبہ اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی (۲) دیوانِ غالب مرتب غلام رسول مہر (۳) دیوانِ غالب مرتب حامد علی خان (۴) دیوانِ غالب مرتب مالک رام (۵) دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) (۶) دیوانِ غالب کامل (تاریخی ترتیب کے ساتھ) مرتب کالی داس گپتا رضا۔ ڈاکٹر محمد خاں اشرف نے تاریخی ترتیب سے کلام غالب پیش کرنے کی توجیہہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

’’کلام غالب کو تاریخی ترتیب سے پیش کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ غالب کے جو قلمی نسخے اور مطبوعہ دواوین موجود ہیں ان کی تاریخِ کتابت اور تاریخِ اشاعت معلوم ہے اس طرح جن خطوط، تذکروں اور بیاضوں سے ان کا کلام اخذ کیا گیا ہے ان کی تواریخِ ترتیب یا تو معلوم نہیں یا قیاساً متعین کر لی گئی ہیں لہٰذا اس بنیاد پر یہ غلط فہمی رواج پا گئی کہ اگر اس طرح کلام کو ترتیب دیا جائے تو یہ کلام کی تاریخی ترتیب کہلائے گی۔ مرتبین نے اس نکتے کی طرف توجہ نہیں دی کہ ہوسکتا ہے کہ غالب نے کچھ کلام ایک مجموعے میں انتخاب کر دیا ہو اور کچھ کلام کو چھوڑ دیا ہو جسے بعد کے مجموعے میں شامل کر دیا گیا ہو لہٰذا تاریخی ترتیب کا جواز درست نہیں۔‘‘(۲۹)

مقدمہ میں ’’اردو کلیات غالب‘‘ کی ضرورت واہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے مرتبین کا نقطہ نظر ملاحظہ ہو’’ضرورت اس امر کی تھی اور یہ ہمیشہ سے رہی ہے کہ کُل اردو کلامِ غالب کو اس کی ہیئتی وحدت میں حروف تہجی کے اعتبار سے ایک جگہ اکٹھا کیا جائے تا کہ تمام غزلیات اور دیگر منظومات اپنی مکمل شکل میں ایک جگہ موجود ہوں۔‘‘(۳۰)

اس کے بعد نسخہ اشرف (قلمی) کی تفصیل اور مشتملات کا مختصر تعارف لکھنے کے

بعد طریق کار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے ’’اردو کلیات غالب کی بنیاد نسخہ اشرف (قلمی) پر رکھی گئی ہے۔ نسخہ عرشی تحقیقی اعتبار سے تاحال مستند ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے تحقیقی نقطۂ نگاہ سے اس سے استفادہ کیا گیا ہے۔ کالی داس گپتا رضا کے دیوانِ غالب کامل کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دستیاب تمام اہم دواوین اور نسخوں سے موازنہ اور مقابلہ کیا گیا ہے۔‘‘(۴۱)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) کی ترتیب میں درج ذیل نسخوں سے مدد ملی گئی۔

(۱) اردو کلیات غالب قلمی، ڈاکٹر محمد خاں اشرف (نسخہ اشرف) (۲) دیوانِ غالب اردو، امتیاز علی خاں عرشی (نسخہ عرشی) (۳) دیوانِ غالب کامل (تاریخی ترتیب سے) کالی داس گپتا رضا (نسخہ رضا) (۴) دیوانِ غالب (نسخہ حمیدیہ) پروفیسر حمید احمد خاں (۵) دیوانِ غالب نسخہ شیرانی، عکسی مخطوط نسخہ شیرانی (۶) دیوانِ غالب نسخہ خواجہ، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن (نسخہ لاہور) کلیات غالب، اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی (نسخہ اصغر) دیوانِ غالب بخط غالب، اکبر علی خاں عرشی زادہ (نسخہ عرشی زادہ)۔

’’کچھ املا کے بارے میں‘‘ کے عنوان کے تحت مرتبین نے ماہر لسانیات رشید حسن خاں کے اقوال کی روشنی میں املا کے متعلق چند اہم امور کی وضاحت کرتے ہوئے کچھ الفاظ کی فہرست دی ہے جن کا املاء غالب نے خطوط میں خود متعین کیا اور ان کے الٹ لکھنے کو غلط قرار دیا جیسے آرائش، آئینہ اور آئنہ، پانو، خرشید کیونکے اور کیونکہ، نشہ، ہمزہ وغیرہ۔

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) خوبصورت انداز میں عمدہ کاغذ پر طبع ہوا ہے ایک طویل عرصے سے شائقینِ غالب مکمل کلام کو دیدہ زیب انداز میں پڑھنے کے خواہاں تھے یقیناً اس طباعت نے باذوق قارئین کے لیے اس کمی کو پورا کر دیا۔ کلیات میں غزلیات کی الف بائی ترتیب میں ردیف وار جزوی ترتیب کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اردو کلیات غالب میں عصری میلانات کو سامنے رکھتے ہوئے غزل کی مقبولیت کے پیش نظر اصناف کی

ترتیب مختلف کردی گئی یعنی غزلیات فردیات، رباعیات، قطعات، مثنویات، قصائد اور متفرق منظومات۔ بعض قطعات کے عنوانات بھی دیے گئے ہیں نیز ہر غزل کو نمبر کے ساتھ درج کیا گیا ہے اور ہر غزل کے پانچویں شعر پر بھی نمبر موجود ہے۔

مرتبین نے بڑی محنت سے حوالہ جات کا اندراج جدید سائنٹفک انداز میں کیا ہے۔ تحقیق کا طالب علم اور ایک عام قاری ان حوالہ جات کی مدد سے مطلوبہ غزل یا نظم جلد تلاش کر سکتا ہے۔ غزلیں مکمل شکل میں موجود ہیں مقدمے میں جامع اور مبسوط انداز میں مختلف عنوانات کے تحت طریق کار کی وضاحت کی گئی ہے۔ بقول ڈاکٹر تنویر احمد علوی ''قدیم دواوین ہمارے لیے ''سورس بکس'' (Source Books) کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور ان کو جدید تقاضوں کی روشنی میں مرتب کیے بنا نہ ہمارے ادب کی کوئی صحیح تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے اور نہ ہماری زبان کی کوئی مبسوط لغت تیار کی جاسکتی ہے۔''(۳۲)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) کی یہ خوبیاں اپنی جگہ مگر چند گزارشات کی طرف مرتبین کی توجہ ضروری ہے۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں یادگار نالہ میں مرثیے کا شعر ہے:

کچھ اور ہی عالم ہے، دل و چشم و زباں کا!
کچھ اور ہی نقشا، نظر آتا ہے جہاں کا (۳۳)

دیوانِ غالبؔ کامل میں یہ شعر بعینہٖ موجود ہے(۳۴) مگر نسخہ اشرف میں شعر کا دوسرا مصرعہ یوں درج ہے۔

کچھ اور نقشا، نظر آتا ہے ، جہاں کا(۳۵)

جبکہ حوالہ جات میں مرتبین نے نسخہ عرشی اور نسخہ رضا کا ہی حوالہ دیا ہے۔

نسخہ عرشی میں غالب کا قصیدہ

بگمان قطع زحمت نہ دو چار خامشی ہو
کہ زبان سرمہ آلود، نہیں تیغ اصفہانی (۳۶)

۱۲۶ اشعار پر مشتمل ہے۔ دیوانِ غالبؔ کامل میں بھی قصیدے کے ۱۲۶ اشعار ہیں (۳۷) نسخہ اشرف میں قصیدے کے ۱۲۹ اشعار ہیں (۳۸) جبکہ حوالہ جات میں نسخہ عرشی کا حوالہ دے کر لکھا ہے قصیدے کے تین اشعار (۱،۲،۲۴) کو غزل کے طور پر منتخب کیا گیا تھا۔ عرشی صاحب کا بھی یہی بیان ہے لہٰذا نوائے سروش حصہ غزلیات میں یہ تین اشعار موجود ہیں ملاحظہ ہوں:

جو نہ نقدِ داغِ دل کی کرے ، شعلہ پاسبانی
تو فسردگی نہاں ہے بکمینِ بیزبانی
مجھے اس سے کیا توقع بزمانہ جوانی
کبھی کو دکی میں جس نے نہ سنی میری کہانی
یوں ہی دکھ کسی کو دینا نہیں خوب ورنہ کہتا
کہ میرے عدو کو، یارب، ملے میری زندگانی (۳۹)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں نہ صرف قصیدے کے ۱۲۹ اشعار تحریر ہیں بلکہ غزلیات میں بھی تینوں شعر شامل ہیں۔ (۴۰) مولانا عرشی کی اس تقسیم پر مرتبین کو اگر اعتراض تھا تو اشعار قصیدے میں رکھتے علیحدہ غزلیات کی ترتیب میں شامل کرنے سے کلیات کی تعدادِ اشعار بھی درست نہ رہی۔ اس طرح کئی غزلیات اور فردیات کا حوالہ جات میں مآخذات کے حوالے سے کوئی ذکر موجود نہیں مثلاً غزل نمبر ۲، ۱۴۰، ۱۸۹، ۲۲۴، ۲۳۱، ۲۳۸، ۲۴۰، ۲۸۰، ۲۹۰، ۲۹۹، ۳۱۰، ۳۵۲، ۳۶۴، ۳۸۵، ۴۰۱، ۴۰۶، ۴۳۳۔ درج ذیل رباعیات کے مآخذات کا بھی کوئی ذکر حوالہ جات میں موجود نہیں ۹ رباعی نمبر ۹، ۳۱ اور ۳۲۔ جن غزلیات کے نمبر حوالہ جات میں موجود نہیں دراصل یہ غالب کا الحاقی کلام ہے۔ کچھ غزلیات نسخہ عرشی کے طبع اول میں شامل تھیں جنہیں جناب امتیاز علی عرشی نے حقائق وشواہد کی روشنی میں طبع ثانی میں قلمزد کر دیا تھا۔ اگر ان غزلیات کا ماخذ نسخہ اشرف قلمی ہے تو حوالہ جات میں اس کی وضاحت کیوں نہیں کی گئی نیز زیر بحث غزلیات پر کئی تنقیدی و تحقیقی مباحث ڈاکٹر گیان چند جناب نادم سیتاپوری، امتیاز علی عرشی اور ڈاکٹر خلیق انجم کے حوالے سے سامنے

آتے رہے اور انہیں حقائق وشواہد کی روشنی میں تسلیم بھی کیا گیا۔ مرتبین کا فرض تھا کہ اس الحاقی کلام کو متن کا حصہ نہ بناتے یا اسے الگ ضمیمے کے طور پر الحاقی کلام کے عنوان سے شامل کیا جاتا کیونکہ ڈاکٹر گیان چند کی رائے میں ''مرتب کا فرض صرف اتنا نہیں کہ وہ اصلی و نقلی سب کلام جمع کر دے اسے بحث کر کے نشان دہی کرنی چاہیے کہ اضافہ شدہ کلام کس حد تک قابل وثوق ہے۔''(۴۱)

امید ہے کہ مرتبین اردو کلیاتِ غالبؔ (نسخہ اشرف) کی طبع دوم میں ان معروضات کو پیش نظر رکھیں گے۔ اس الحاقی کلام سے قطع نظر کلامِ غالب کو الف بائی ترتیب سے پیش کرنے کی یہ اچھی کاوش ہے۔

حواشی

۱۔ غالب، میرزا اسد اللہ خان، دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) مرتب، عرشی، امتیاز علی خان، لاہور مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۲۰۱۱ء، صفحہ اول

۲۔ ثمینہ ندیم، ڈاکٹر، دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) تاریخی ترتیب ایک سوال مشمولہ زبان و ادب، شمارہ ۸، فیصل آباد، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، ص ۱۱۲

۳۔ سرور، آل احمد، تقریب مشمولہ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص (i)

۴۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) مقدمہ، ص ۲

۵۔ ایضاً ص ۳

۶۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموز غالب، کراچی، ادارہ یادگار غالب، ۱۹۹۹ء، ص ۲۲۳

۷۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص ۴۶۱

۸۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموز غالب، ص ۲۴۴

۹۔ ایضاً

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۴۹

۱۱۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص ۲۱۳
۱۲۔ کالی داس گپتا رضا، (مرتب) دیوانِ غالبؔ کامل، ص ۲۶۲
۱۳۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموز غالب، ص ۲۵۶
۱۴۔ ایضاً، ص ۲۷۴
۱۵۔ نادم سیتاپوری، کلام غالب میں الحاقی عناصر، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ، س-ن، ص ۲۶۷
۱۶۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص ۵۳
۱۷۔ ایضاً، ص ۵۴
۱۸۔ اردو کلیات غالب، مرتبین، محمد خان اشرف، ڈاکٹر، عظمت رباب، ڈاکٹر، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص ۴۴
۱۹۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص ۵۳
۲۰۔ ایضاً، ص ۵۲
۲۱۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص ۹۵
۲۲۔ ایضاً، ص ۲۷۷
۲۳۔ ایضاً، ص ۴۲۷
۲۴۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص ۲۱۲
۲۵۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۲۷۵
۲۶۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص ۲۱۲
۲۷۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۲۷۵
۲۸۔ ایضاً، ص ۱۳
۲۹۔ ایضاً، ص ۴۵
۳۰۔ ایضاً، ص ۴۶
۳۱۔ ایضاً، ص ۴۹
۳۲۔ علوی، ڈاکٹر تنویر احمد، قدیم دواوین کی ترتیب کے مسائل، مشمولہ اردو میں اصول تحقیق، (جلد دوم) مرتب، ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، اسلام آباد، ورڈ ویژن، ص ۱۱۰

۳۳۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۳۸۹

۳۴۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۳۹۵

۳۵۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص۳۷۳

۳۶۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ص۹،۱۰

۳۷۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۲۴۸

۳۸۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص ۳۵۹

۳۹۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۲۶۴

۴۰۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص۲۰۳

۴۱۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموز غالب، ص۲۸۱

اُردو غزلیاتِ غالبؔ
ترتیب، تعداد اور اختلافِ نسخ

غالب کی غزل کے اشعار با معنی علامتوں، رمز و کنایہ، عمدہ تخیل اور جدتِ اسلوب کے سبب تنگنائے غزل کے محدود پیمانوں سے آگے نکل رہے ہیں۔ وہ عندلیب گلشن نا آفریدہ تھے۔ عشق نے ان کی شخصیت میں انقلاب پیدا کیا اور عقل و فلسفہ سرحدِ ادراک کی آخری منزل سر کر لینے کے خواہاں رہے۔

غالب نے کئی اصنافِ شعر میں طبع آزمائی کی جن میں قصائد، مثنوی، قطعات، مرثیہ، مخمس اور سلام و سہرے شامل ہیں لیکن تمام ناقدین و محققین اس بات پر متفق ہیں کہ ان کا اصل میدان غزل تھا۔ غزل میں غالب کی کل کائنات ان کا صرف ایک مختصر اُردو دیوان ہے جو کہ انتخاب ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کی رائے میں:

''غالب نے فارسی زبان میں کم و بیش گیارہ ہزار اشعار کہے جب کہ متداول اردو دیوان کے اشعار کی تعداد ۱۸۰۲ ہے جس میں نسخہ حمیدیہ و بیاضِ غالب کی ساری غزلیں شامل نہیں ہیں۔ نسخہ حمیدیہ یا بیاض غالب کا بیشتر کلام غالب نے مسترد کر دیا تھا۔ غالب کی اردو شاعری ان کے نو اردو قصیدوں اور قطعات و رباعیات کو چھوڑ کر زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔''(۱)

مولانا محمد حسین آزاد نے لکھا ''تصنیفاتِ اُردو میں ۱۸۰۰ شعر کا ایک دیوانِ انتخابی ہے کہ ۱۸۴۹ء میں مرتب ہو کر چھپا۔ اس میں کچھ تمام اور کچھ ناتمام غزلیں اور کچھ متفرق اشعار ہیں۔ غزلوں کے تخمیناً ۱۵۰۰ شعر، قصیدوں کے ۱۶۲ شعر، مثنوی کے ۳۳ شعر، متفرقات قطعوں کے ۱۱۱ شعر، رباعیاں ۱۶، دو تاریخیں جن کے ۴ شعر۔''(۲)

آگے چل کر آزاد نے اس ''دیوانِ انتخابی'' کے متعلق اپنی بات کی تصدیق کے لیے مزید بتایا کہ ''سن رسیدہ اور معتبر لوگوں سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں ان کا دیوان بہت بڑا تھا یہ منتخب ہے۔ مولوی فضل حق صاحب فاضل بے عدیل تھے ایک زمانے میں دہلی کی عدالت ضلعی میں سررشتہ دار تھے۔ نظم و نثر فارسی اچھی لکھتے تھے غرض کہ یہ دونوں باکمال مرزا صاحب کے دلی دوست تھے ہمیشہ باہم دوستانہ، جلسے اور شعر وسخن کے چرچے رہتے تھے۔ انہوں نے اکثر غزلوں کو سُنا اور دیوان کو دیکھا تو مرزا صاحب کو سمجھایا کہ یہ شعر عام لوگوں کی سمجھ میں نہ آئیں گے۔ مرزا نے کہا اتنا کچھ کہہ چکا اب تدارک کیا ہوسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خیر ہوا سو ہوا انتخاب کرو اور مشکل شعر نکال ڈالو۔ مرزا صاحب نے دیوان حوالے کر دیا۔ دونوں صاحبوں نے دیکھ کر انتخاب کیا یہی دیوان ہے جو کہ آج ہم عینک کی طرح آنکھوں سے لگائے پھرتے ہیں۔''(۳)

خود غالب نے بھی اپنے دوستوں کے ساتھ خط و کتابت میں اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔ یکم اگست ۱۸۶۵ء میں عبدالرزاق شاکر کو خط میں لکھا ''پندرہ برس کی عمر سے پچیس برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا، دس برس میں بڑا دیوان جمع ہو گیا، آخر جب تمیز آئی تو اس دیوان کو دُور کیا اوراق یکم قلم چاک کیے، دس پندرہ شعر واسطے نمونہ کے دیوانِ حال میں رہنے دیے۔''(۴)

مرزا حاتم علی بیگ مہر کو لکھتے ہیں:

''میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا، نواب ضیاء الدین خاں اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے جو میں نے کہا انہوں نے لکھ لیا۔ ان دونوں کے گھر لُٹ گئے ہزاروں

روپے کے کتب خانے برباد ہو گئے اب میں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا اس نے جو وہ کاغذ مجھ کو دکھایا یقین سمجھنا کہ رونا آیا، غزل تم کو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اس خط کا جواب چاہتا ہوں۔''(۵)

ان سب بیانات کے سبب یہ تحقیق کا ایک دلچسپ اور لازمی موضوع ہے کہ غالب کی کل اردو غزلیں کتنی ہیں، کتنی غزلیں مکمل ہیں کیونکہ کئی غزلوں کے مطلعے اور مقطعے نہیں اور اکثر کے بیچ کے شعر غائب ہیں۔ ان کا اردو دیوان جو مختلف اوقات اور حالات میں طبع ہوتا رہا اس کی تعداد میں کیا اور کتنی کمی بیشی ہوتی رہی نیز ان غزلیات کے اشعار میں اختلافِ نسخ کے نمونے جو مختلف مرتبین کے ہاں سامنے آتے رہے ان کی نشان دہی یہ سب اس مقالے کی بنیاد ہے۔

غالب نے اگرچہ خود اپنے پاس اپنے کلام کی عدم دستیابی کے بارے میں لکھا لیکن یہ حقیقت درست نہیں کیونکہ غالب نے مختلف اوقات میں حالات اور وقت کے تقاضوں کے مدنظر خود اپنے کلام کو ترتیب دیا۔

امتیاز علی عرشی نے ''دیوانِ غالب (نسخہ عرشی)'' کے طویل دیباچے میں ''تدوینِ اشعار'' کے عنوان کے تحت اس بات سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے ''ابتداء میں خود انہوں نے اپنا کلام جمع کیا تھا اور انھیں کے مسودات سے دیوانِ ریختہ مرتب ہوا اور انھیں سے گلِ رعنا کی ترتیب عمل میں آئی۔''(۶)

آگے چل کر امتیاز علی عرشی نے مزید وضاحت کی ہے ''مرزا صاحب نے اپنا ردیف وار اردو دیوان ۱۲۳۱ھ (۱۸۱۶ء) میں صاف کیا تھا نظیر بظاہر اس کی اصل وہ بیاض تھی جس میں بترتیبِ نظم اشعار لکھے گئے تھے۔ یہ بات ثبوت کی محتاج نہیں ہے کہ مرزا صاحب نے ۱۲۳۱ھ سے قبل کے کہے ہوئے متعدد شعر اس میں شامل نہیں کیے تھے چنانچہ ''یادگارِ نالہ'' کے وہ قدیم شعر جو عمدہ منتخبہ وغیرہ قدیم ماخذوں سے نقل کیے گئے ہیں اس

ذیل میں آتے ہیں۔"(۷)

دیوانِ اُردو نسخہ بھوپال اور نسخہ شیرانی میں غالب نے کچھ کلام کو لائقِ شمولیت نہ سمجھا نیز انہوں نے نسخہ ءشیرانی میں آسان اور خوبصورت انداز میں غزلیں کہیں اور ترمیم و اصلاح کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

بقول امتیاز علی عرشی "اس دیوان حال کے قدیم ترین مخطوطہ ءرامپور کے اشعار کا مقابلہ "گلِ رعنا" کے حصہ اردو سے کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گل رعنا کے ۱۴۵۵ اشعار میں تقریباً ۴۰ شعر گرائے گئے اور سابق غزلوں کے مزید شعر چن کر نیز نئی غزلوں کے کل شعر ایزاد کر کے غزلوں کے اشعار کو ۹۷۸ کر دیا گیا۔"(۸)

نسخہ ءشیرانی میں موجود غزلیات کی بڑی تعداد موجودہ دیوان میں بھی شامل ہے۔ امتیاز علی عرشی نے اس انتخاب کے اشعار کی واقعی تعداد کے تعیّن کو دشوار بتایا ہے کیونکہ "مرزا صاحب کا اپنا مخطوطہ پیش نظر نہیں لیکن رام پور کے قدیم ترین مخطوطے کے اشعار کی تعداد ۱۰۶۷ ہے اور نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر نے ۱۲۵۴ھ میں جو تقریظ لکھی تھی اس میں ۱۰۷۰ سے کچھ اوپر تعداد بتائی تھی لہذا متداول انتخاب کے اشعار کی ابتدائی تعداد ۱۰۶۷ کے لگ بھگ ہونا چاہیے۔"(۹)

ڈاکٹر گیان چند کی رائے میں بھی ۱۰۶۷ یا ۱۰۷۰ اشعار کی زیادہ سے زیادہ تعداد ہے کم سے کم تعداد یوں متعیّن کی جا سکتی ہے:

"میں نے "نوائے سروش" کی نشان دہی کے مطابق نسخہ بھوپال، نسخہ شیرانی، اور گلِ رعنا کے مشمولات کی تعداد گنی۔ جو اشعار بعد کا اضافہ ہیں ان کے بیچ عرشی صاحب نے پھول بنا دیا ہے۔ اختلافِ نسخ میں ایسے نشان شدہ تمام اشعار کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ذیل کے پانچ اشعار ان نسخوں کے بعد کا اضافہ ہیں۔۔۔۔ان کو خارج کر دیا جائے۔ ابتدائی قصیدوں کے تین اشعار غزلیات میں لے لیے گئے ہیں انھیں قصیدوں کی بجائے غزل کے تحت شمار کیجیے۔ اب مختلف اصناف میں ذیل کے اشعار ملتے ہیں۔

قصیدے ۶۱، رباعی ۱۰، غزل ۹۲۲

''چکنی ڈلی'' کا ۱۳ شعر کا قطعہ کلکتہ میں لکھا گیا تھا وہ بھی انتخاب میں شامل کیا گیا۔ قیامِ کلکتہ کے آخر کی صورت حال یہ ہوئی:

صنف	قلم زد اشعار	متداول میں منتخب	میزان
قطعہ	ـــــ	۱۳	۱۳
قصیدے	۱۴۳	۶۱	۲۰۴
غزل	۱۵۰۷	۹۲۲	۲۴۲۹
رباعیات	۱۲	۱۰	۲۲
میزان	۱۶۶۲	۱۰۰۶	۲۶۶۸

یعنی اس بڑے انتخاب میں کم از کم ۱۰۰۶ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۷۰ کے قریب اشعار تھے۔''(۱۰)

ڈاکٹر گیان چند نے مزید لکھا ہے''نسخہ بھوپال میں غزلیات کے ۱۸۸۳ شعر تھے اوپر دیے گئے نقشے کے مطابق قیام کلکتہ تک غزلیات کے ۲۴۲۹ شعر وجود میں آچکے تھے ان میں تین شعر قصیدوں سے لیے گئے ہیں انھیں خارج کر کے غزلیات کا سرمایہ ۲۴۲۶ اشعار کا قرار پاتا ہے گویا نسخہ بھوپال کے بعد''نسخہ شیرانی'' اور''گل رعنا'' نے غزلیات میں ۵۴۳ شعروں کا اضافہ کیا۔''(۱۱)

دیوانِ غالبؔ کے اب تک کئی ایڈیشن شائع ہوئے جن میں چند اہم ایڈیشن یہ ہیں:

۱۔ چوتھا ایڈیشن: ۱۸۶۲ء مطبع نظامی کانپور

۲۔ پانچواں ایڈیشن: ۱۸۶۳ء آگرہ جو ۱۸۵۵ء کے نسخہ رامپور جدید پر مشتمل ہے۔

۳۔ نسخہ حمیدیہ: ۱۹۲۱ء جس میں نسخہء بھوپال اور غالب کا ابتدائی قلم زد کلام شامل ہے۔

۴۔ دیوانِ غالبؔ مرتبہ مالک رام ۱۹۵۷ء جس میں متداول دیوان کے علاوہ غالب

کا متفرق کلام اور نسخہ حمیدیہ کے تین سو منتخب اشعار شاملِ دیوان کیے گئے۔

۵۔ نسخہ عرشی: طبع دوم دسمبر ۲۰۱۱ء جو غالب کے کلام سے متعلق معلومات کا ذخیرہ ہے۔

۶۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) ۲۰۱۲ء جس میں غالب کا تمام کلام الف بائی ترتیب سے یکجا کر دیا گیا جس کی وجہ سے مطلوبہ غزل یا نظم فوراً تلاش کی جا سکتی ہے۔

اُردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) میں غزلیات کی کل تعداد ۴۴۰ بتائی گئی اور کل اشعار غزلیات ۳۳۳۸ شمار کیے گئے (۱۲) لیکن یہ تعداد درست نہیں کیونکہ اس کلیات میں قصائد کے اشعار کو غزلیات میں بھی رکھ دیا گیا جس سے یقیناً تعداد اشعار درست نہ رہی۔

زخم پر چھڑکیں کہاں طفلانِ بے پرواہ نمک
کیا مزہ ہوتا اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک

نسخہ عرشی (نوائے سروش) میں اس کے آٹھ شعر اور (گنجینۂ معنی) میں ایک شعر یعنی کل نو شعر ہیں۔(۱۳) دیوانِ غالبؔ بہ تصحیح متن و ترتیب حامد علی خاں میں اس غزل کے آٹھ شعر موجود ہیں جبکہ نواں شعر موجود نہیں۔(۱۴)

اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) میں اس غزل کے نو اشعار ہیں لیکن ایک شعر میں اختلافِ نسخ موجود ہے جو اس غزل میں چوتھے نمبر پر رکھا گیا:

یاد ہیں، اے ہم نشیں وہ دن کہ وجدِ ذوق میں
زخم سے گرتا، تو میں پلکوں سے چنتا تھا نمک (۱۵)

جبکہ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں یہی شعر غزل کا مقطع ہے

یاد ہیں غالبؔ، تجھے وہ دن کہ وجدِ ذوق میں
زخم سے گرتا، تو میں پلکوں سے چنتا تھا نمک (۱۶)

دیوانِ غالبؔ کامل اور دیوانِ غالبؔ (حامد علی خاں) میں شعر نسخہ عرشی کے مطابق درج ہے۔

ردیف ''ن'' میں غالب کا مشہور شعر نسخہ عرشی میں ملاحظہ ہو:

رو میں ہے رخشِ عمر، کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں (۱۷)

دیوانِ غالبؔ (حامد علی خاں) میں شعر بعینہٖ موجود ہے (۱۸) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں بھی شعر کی یہی شکل ہے۔ (۱۹) جبکہ دیوانِ غالبؔ کامل میں

رہ میں ہے رخشِ عمر، کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے، نہ پا ہے رکاب میں (۲۰)

دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں اسی غزل کا یہ شعر دیکھئے

شرم اک ادائے ناز ہے، اپنے ہی سے سہی
ہیں کتنے بے حجاب کہ یوں ہیں حجاب میں (۲۱)

اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) اور دیوانِ غالب (حامد علی خاں) میں بھی شعر کی یہی صورت ہے۔ (۲۲)

دیوانِ غالبؔ کامل میں شعر میں اختلافِ نسخ ملاحظہ کیجیے

شرم اک ادائے ناز ہے، اپنے ہی سے سہی
ہیں کتنے بے حجاب کہ ہیں یوں حجاب میں (۲۳)

غالب کی غزل کا یہ شعر نسخہ عرشی (گنجینہ معنی) میں اسطرح درج ہے

پرواز تپش رنگی، گلزار ہمہ تنگی!
خوں ہو قفسِ دل میں، اے ذوقِ پرافشانی (۲۴)

اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) اور دیوانِ غالب (نسخہ حمیدیہ) میں شعر کی یہی صورت ہے (۲۵) جبکہ دیوانِ غالبؔ کامل میں شعر کا دوسرا مصرعہ یوں درج ہے:

خوں ہوں قفسِ دل میں، اے ذوق پرافشانی (۲۶)

دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں غالب کا یہ شعر

بہ پر فشانی پروانہء چراغِ مزار
کہ بعد مرگ بھی ہے لذت جگر سوزی [۲۷]

دیوانِ غالبؔ کامل اور نسخہء حمیدیہ میں شعر اسی طور پر موجود ہے۔[۲۸]

جبکہ اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) میں پہلا مصرعہ دیکھئے:

یہ پر فشانی پروانہء چراغِ مزار[۲۹]

غالب کی غزل کا مطلع نسخہٗ عرشی میں ملاحظہ ہو:

خوں در جگر نہفتہ، بزردی رسیدہ ہوں
خود آشیانِ طائرِ رنگِ پریدہ ہوں[۳۰]

اردو کلیات غالب (نسخہء اشرف) میں بھی شعر اسی طور موجود ہے۔[۳۱]

جبکہ دیوانِ غالب کامل میں یہی شعر اس طرح درج ہے۔

خونِ جگر نہفتہ، بزردیٔ رمیدہ ہوں
خود آشیانِ طائرِ رنگِ پریدہ ہوں[۳۲]

دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں یہ شعر دیکھئے:

ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے، اگر
موجِ ہستی کو کرے، فیضِ ہوا، موجِ شراب [۳۳]

دیوانِ غالبؔ کامل میں بھی شعر کی یہی صورت ہے۔[۳۴]

جبکہ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں شعر کا دوسرا مصرعہ ملاحظہ ہو

موج مستی کو کرے فیضِ ہوا، موجِ شراب [۳۵]

دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں یہ شعر دیکھیے:

کافی ہے نشانی، ترا چھلّے کا ندنیا
خالی مجھے دکھلا کے، بوقتِ سفر انگشت[۳۶]

اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) میں بھی شعر کی یہی صورت ہے۔[۳۷]

جبکہ دیوانِ غالبؔ کامل میں اختلافِ نسخ ملاحظہ ہو:

کافی ہے نشانی تری چھلے کا نہ دینا(۳۸)

دیوانِ غالب (نسخہ حمیدیہ) میں بھی شعر اسی طور موجود ہے۔(۳۹)

دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں یہ شعر دیکھیے:

زمین کو صفحۂ گلشن بنایا خونچکانی نے
چمن بالیدنیہا، از رمِ نخچیر ہے پیدا(۴۰)

دیوانِ غالبؔ (نسخہ بھوپال) اور اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) میں بھی شعر کی یہی صورت ہے(۴۱) لیکن دیوانِ غالبؔ کامل میں شعر کا دوسرا مصرعہ یوں درج ہے:

چمن بالیدنی ہا، از دمِ نخچیر ہے پیدا(۴۲)

دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں یہ شعر ملاحظہ ہو:

کیجیے آہوئے ختن کو خضرِ صحرائے طلب
مُشک ہے سُنبلستان زلف میں گرد سواد(۴۳)

اُردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں شعر کی یہی صورت ہے(۴۴) لیکن دیوانِ غالبؔ کامل میں شعر کا دوسرا مصرعہ یوں درج ہے:

مُشک ہے سُنبلستان زلف ہیں، گرد سواد(۴۵)

دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں غزل کا یہ شعر دیکھئے:

ویرانیے، جز آمد و رفتِ نفس نہیں
ہے کوچہ ہائے نے میں غبارِ صدا، بلند(۴۶)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں شعر کی یہی صورت ہے(۴۷)

جبکہ دیوانِ غالبؔ کامل میں اختلافِ نسخ ملاحظہ ہو:

ویرانے سے، جز آمد و رفتِ نفس نہیں(۴۸)

دیوانِ غالبؔ (نسخہ حمیدیہ) میں یہی مصرعہ یوں درج ہے:

ویرانی جز آمد و رفتِ نفس نہیں (۴۹)

دیوانِ غالبؔ (نسخہ ءعرشی) میں شعر دیکھئے:

دل کی صدائے شکست سازِ طرب ہے اسدؔ

شیشۂ بے بادہ سے چاہے قلقل ہنوز (۵۰)

اردو کلیاتِ غالب (نسخہ ءاشرف) میں یہ شعر بعینہٖ موجود ہے (۵۱)

نسخہ حمیدیہ میں بھی شعر کی یہی صورت ہے (۵۲) جبکہ دیوانِ غالبؔ کامل میں شعر کا پہلا مصرعہ ملاحظہ ہو:

دلِ کی صدائے شکست سازِ طرف ہے، اسدؔ (۵۳)

دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں شعر دیکھئے

لذتِ تقریرِ عشق پردگیِ گوش دل

جوہر افسانہ ہے عرض تجمل ہنوز (۵۴)

اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) میں شعر بعینہٖ درج ہے (۵۵) جبکہ دیوانِ غالبؔ کامل میں شعر کا دوسرا مصرعہ یوں لکھا ہے:

جو ہر افسانہ ہے عرض تحمل ہنوز (۵۶)

نسخہ حمیدیہ میں بھی شعر اسی صورت موجود ہے (۵۷)

غالب کی اُردو غزلیات میں ترتیب، تعداد اور اختلافِ نسخ کے حوالے سے جو فرق نظر آتا ہے اس میں مربوط اور جامع کام کی ابھی گنجائش موجود ہے۔

حواشی

۱۔ جالبی، ڈاکٹر جمیل، تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع اول فروری ۲۰۱۲ء، ص ۱۱۴

۲۔ آزاد، مولانا محمد حسین، آب حیات، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، ص ۴۰۹

۳۔ ایضاً، ص ۴۱۱

۴۔ خطوط غالب،مرتب غلام رسول مہر،لاہور شیخ غلام علی اینڈ سنز،۱۹۸۲ء،ص۴۵۴

۵۔ ایضاً،ص۱۸۸

۶۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہء عرشی) مرتب عرشی، امتیاز علی، لاہور، مجلس ترقی ادب، اشاعت اول جون۱۹۹۲ء، ص۱۸

۷۔ ایضاً،ص۲۰

۸۔ ایضاً،ص۲۲

۹۔ ایضاً،ص۲۵

۱۰۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموز غالب، کراچی، ادارہ یادگار غالب، ۱۹۹۹ء، ص۲۳۱

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ اردو کلیات غالب (نسخہء اشرف) مرتبین، اشرف، ڈاکٹر محمد خاں، عظمت رباب، ڈاکٹر، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص۵۴

۱۳۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہء عرشی)،ص۵۳

۱۴۔ دیوانِ غالبؔ، مرتب حامد علی خاں، لاہور، الفیصل، جنوری ۲۰۰۷ء، ص۴۷

۱۵۔ اردو کلیات غالب (نسخہء اشرف)ص۱۴۰

۱۶۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہء عرشی)ص۲۱۳

۱۷۔ ایضاً،ص۲۳۵

۱۸۔ دیوانِ غالبؔ، مرتب، حامد علی خاں، ص۹۲

۱۹۔ اردو کلیات غالب (نسخہء اشرف)،ص۱۵۰

۲۰۔ دیوانِ غالبؔ کامل، مرتب، کالی داس گپتا رضا، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، طبع چہارم۲۰۱۲ء ص۳۲۱

۲۱۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہء عرشی)،ص۲۳۵

۲۲۔ اردو کلیات غالب (نسخہء اشرف)ص۱۵۹، دیوانِ غالبؔ (حامد علی خاں)،ص۹۲

۲۳۔ دیوانِ غالبؔ کامل، مرتب، کالی داس گپتا رضا، ص۳۲۲

۲۴۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی)، ص۱۱۶

۲۵۔ اردو کلیات غالب نسخۂ اشرف ص۲۰۴، دیوانِ غالبؔ (نسخۂ حمیدیہ) ص۲۵۷

۲۶۔ دیوان غالبؔ کامل، ص۲۰۶

۲۷۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی)، ص۱۰۷

۲۸۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۲۰۷، نسخۂ حمیدیہ، ص۲۲۱

۲۹۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف)، ص۱۹۷

۳۰۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی)، ص۶۷

۳۱۔ اُردو کلیاتِ غالب (نسخۂ اشرف)، ص۱۵۵

۳۲۔ دیوانِ غالب کامل، ص۱۸۵

۳۳۔ ایضاً، ص۱۰۷

۳۴۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۲۸۲

۳۵۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص۱۰۷

۳۶۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۱۹۵

۳۷۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص۱۰۹

۳۸۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۱۶۱

۳۹۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ حمیدیہ) ص۸۷

۴۰۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۳۲

۴۱۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ بھوپال) ص۱۵۹، اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص۶۶

۴۲۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۱۵۹

۴۳۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۴۰

۴۴۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص۱۱۶

۴۵۔ دیوانِ غالب کامل،ص۱۶۴

۴۶۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)ص۴۱

۴۷۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف)ص۱۱۸

۴۸۔ دیوانِ غالب کامل،ص۱۶۵

۴۹۔ دیوانِ غالب (نسخہ حمیدیہ)ص۹۸

۵۰۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)ص۴۶

۵۱۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف)ص۱۳۰

۵۲۔ دیوانِ غالب (نسخہ حمیدیہ)ص۱۰۹

۵۳۔ دیوانِ غالب کامل،ص۱۶۹

۵۴۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)ص۴۷

۵۵۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف)ص۱۳۰

۵۶۔ دیوانِ غالب کامل،ص۱۶۹

۵۷۔ دیوانِ غالب (نسخۂ حمیدیہ)ص۱۱۱

غالبؔ کے اُردو قصائد

قصیدہ اردو شاعری کی اہم صنفِ سخن ہے شاہی دور میں اسے بہت اہمیت دی گئی۔ قصیدہ نہ لکھنے والے شاعر کو ادھورا شاعر سمجھا جاتا خود غالب نے کہا تھا ''جو قصیدہ نہیں لکھ سکتا اسکو شعراء میں شمار کرنا نہیں چاہیے اور اسی بناء پر وہ شیخ ابراہیم ذوق کو پورا شاعر اور شاہ نصیر کو ادھورا شاعر جانتے تھے۔''(۱)

اسی لیے محمد حسین آزاد نے خواجہ میر دردؔ کو ''آبِ حیات'' میں آدھا شاعر لکھا ہے۔(۲)

سید امداد امام اثر نے قصیدے کی تعریف اسطرح کی ہے۔

''قصیدہ وہ طویل نظم ہے جس میں کسی کی مدح یا ہجو کی جاتی ہے یا پند و نصیحت اور شکایتِ روزگار کے مضامین درج کیے جاتے ہیں اور ان باتوں کو گہرے مضامین اور لفظی و معنوی صنائع بدائع کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے جن سے شاعر کے زورِ طبیعت کا اظہار ہوتا ہے۔ قصیدے میں فصاحت، بلاغت اور متانت تینوں باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔''(۳)

بقول مولانا حالی ''قصیدہ بھی اگر اس کے معنی مطلق مدح و ذم کے لیے جائیں اور اس کی بنیاد محض تقلیدی مضامین پر نہیں بلکہ شاعر کے سچے جوش اور ولولے پر ہو تو شعر کی ایک نہایت ضروری صنف ہے۔''(۴)

اردو شاعری میں صنفِ قصیدہ کی روایت فارسی سے آئی اس لیے اردو قصائد پر

فارسی اثرات نمایاں ہیں۔دکنی دورشاعری میں نصرتی کو بڑاقصیدہ گوتسلیم کیا گیا۔شمالی ہند میں کئی شعراء نے اس صنف میں طبع آزمائی کی مگر سودا، ذوق،اور مومن وغالب،کو بڑاقصیدہ گو تسلیم کیا گیا۔غالب کے قصیدے بقول عبدالسلام ندوی ''اردوشاعری کا سرمایہ ناز ہیں۔''(۵)

قصیدہ اس لحاظ سے مشکل صنف سخن ہے کہ اسکا تعلق دربار سے ہونے کے سبب شعراء درباریوں کی موجودگی میں ہی اسے پیش کرتے ہیں۔بادشاہ یا نوابین کی توجہ حاصل کرنا ان کا مطمح نظر ہوتا ہے اسلیے قصیدے کے طرزِ بیان پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے نیز طوالت کے پیش نظر اس کے مختلف حصوں میں تو ان کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی کی رائے میں ''قصیدے کا دائرہ غزل سے زیادہ وسیع ہے اور ہیئت کے اعتبار سے یہ طویل نظم کا ایک مکمل نمونہ ہے۔''(۶)

غالب کا اصل میدان غزل تھا تاہم فارسی قصائد کے ساتھ انہوں نے اردو قصائد بھی لکھے اگرچہ فارسی قصائد کے مقابلے میں ان کی تعداد انتہائی کم ہے لیکن تخیل اور زور بیان کی عمدگی کے سبب وہ اردوشاعری میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ڈاکٹر اکبر حیدری لکھتے ہیں:

''غزلوں کے علاوہ قصائدِ اردو بھی غالب کی یادگار ہیں۔۔۔۔۔۔ان کے قصیدے ایسے نہیں جو سودا اور ذوق کے مقابلے میں لائے جاسکیں تاہم اسکا انصافاً اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس صنف میں انہوں نے جو کچھ کہا اپنے رنگ میں بے مثل کہا ہے اور بعض مقامات پر تو اپنی سحر گوئی کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔''(۷)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے لکھا''غالب قدرت سے ایک غیر معمولی دماغ لے کر آئے تھے اور روش عام پر چلنا ننگ سمجھتے تھے۔انہوں نے فارسی،اردو،نظم ونثر،غزل،قصیدہ جس چیز کو لیا اس میں اپنی بدیع الخیالی اور قادرالکلامی کا نقش چھوڑ گئے۔''(۸)

غالب کے ابتدائی اردو قصائد میں فارسی تراکیب اور مشکل انداز بیان ہے جو ان کی پہلے دور کی شاعری کی خاصیت تھی جبکہ دیگر قصائد میں نسبتاً سہل اور رواں انداز اختیار کیا

گیا۔ سادہ اور آسان طرز بیان کے سبب غالب کے اردو قصائد کو خاص مقام نہ دیا گیا لیکن کچھ ناقدین نے غالب کی اس روشِ خاص کو پسند کیا۔

فارسی اور اردو کے بڑے قصیدہ نگار انوری، خاقانؔی، سوداؔ اور شیخ ابراہیم ذوقؔ نے قصیدہ گوئی میں مشکل اور دقیق الفاظ کے ساتھ اپنی مہارت کا ثبوت دیا غالب نے اس روش کو ناپسند کرتے ہوئے فن قصیدہ گوئی کے لیے نسبتاً سہل زمینوں کا انتخاب کیا جس کا اندازہ ان کے مطلعے دیکھ کر ہی ہو جاتا ہے۔

ساز یک ذرہ نہیں فیض چمن سے بیکار
سایۂ لالۂ بے داغ سویدائے بہار(۹)

دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں!
ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بیں(۱۰)

صبحدم دروازۂ خاور کھلا
مہرِ عالمتاب کا منظر کھلا(۱۱)

غالب کے اردو قصائد میں مطلعوں کے ساتھ تشبیب بھی دلچسپ اور پُر اثر ہے۔ فنی لحاظ سے کہیں جھول نظر نہیں آتا ہر تشبیب دوسرے سے مختلف ہے۔ شاعر نے اپنے تخیل کی جدت اور اسلوب کی ندرت سے کام لیا ہے۔ نظم طباطبائی نے شرح دیوانِ غالب میں اعتراف کیا ہے ''جہاں تک تشبیب کی دلپذیری، نکتہ سنجی، حسن کاری اور نوک پلک کا تعلق ہے غالب کے اس قصیدے کی تشبیب بے نظیر ہے جس کا مطلع ہے ''ہاں مہ نوسنیں ہم اس کا نام'' اس زبان میں جب سے قصیدہ گوئی شروع ہوئی ہے اس طرح کی تشبیب کم کہی گئی ہے۔''(۱۲)

بقول رفیع الدین ہاشمی ''وہ انفرادیت پسند شاعر تھے اس لیے انہوں نے سوداؔ اور ذوقؔ کے برعکس آسان زمینوں میں قصیدے لکھے۔ ان قصیدوں کی تشبیب میں بڑی ندرت ہے۔''(۱۳)

گریز کا مرحلہ قصیدے میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ بہادر شاہ ظفر کی مدح میں جو قصیدہ ہے اس میں گریز کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

کون ہے؟ جس کے در پہ ناصیہ سا
ہیں مہ و مہر و زہرہ و بہرام!
تو نہیں جانتا تو مجھ سے سن
نام شاہنشہ بلند مقام(۱۴)

گریز کے ان اشعار پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے اپنے مضمون ''غالب کے اُردو قصیدے'' میں لکھا ''غالب کا کمال ہے کہ پہلے شعر ہی سے اس کا کچھ اندازہ ہونے لگتا ہے اور بعد والے شعروں میں قیاس رفتہ رفتہ یقین میں بدل جاتا ہے حتیٰ کہ اصل گریز کا شعر آ جاتا ہے اور قاری اپنے نکالے ہوئے نتیجے کو سامنے رکھ کر مطمئن ہو جاتا ہے۔''(۱۵)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے اپنے مضمون ''غالب کے فارسی قصیدے'' میں غالب کے اردو قصائد پر فارسی قصائد کو ترجیح دی ہے جو یقیناً درست اور مبنی بر حقیقت ہے لیکن وہ غالب کے اردو قصائد میں ''گریز'' کی خوبی کا اعتراف کرتے ہیں ''اردو میں اگر ان کے یہاں کوئی خوبی ہے تو صرف گریز کی ہے اور اس میں فارسی تشبیب کی بھی جھلک نظر آتی ہے۔''(۱۶)

اُردو اور فارسی قصائد میں مدح میں بے حد مبالغہ کرنا ایک روایت بن چکی تھی غالب نے یہاں بھی علمِ بغاوت بلند کیا اور قصائد میں مدح میں نسبتاً کم مبالغے، کو روا رکھا۔ سودا، ذوق اور غالب کی مدح میں فرق صاف ظاہر ہے۔ غالب نے ممدوح اور مداح میں تعلق کو قائم رکھا اور ایسے مدحیہ اشعار کہے جو حقیقت سے دور نہ تھے۔

اکثر ناقدینِ فن نے غالب کے اُردو قصائد پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے صرف چار قصیدوں کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے دیوانِ غالب کے مروّجہ ایڈیشن پر اکتفا

کرتے ہوئے ان اردو قصیدوں کو نظر انداز کر دیا جو اس مطبوعہ دیوان میں شامل نہیں تھے۔ غالب کے اردو قصائد کی تعداد نو ہے۔ بالعموم جن چار قصیدوں کا ذکر کیا جاتا ہے ان میں دو حضرت علیؑ کی منقبت میں ہیں اور دو بہادر شاہ ظفر کی مدح میں۔ غالب کے اردو قصائد کی تعداد کے ضمن میں چند ناقدین کی آراء پیش کی جارہی ہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں ''غالب نے صرف چار قصیدے لکھے مگر ان کا معیار بہت بلند ہے۔''(۱۷) خواجہ محمد زکریا نے لکھا ''غالب نے اردو میں صرف چار قصیدے تخلیق کیے ہیں، ان میں دو حضرت علیؑ کی شان میں ہیں اور دو بہادر شاہ ظفر کی مدح میں۔''(۱۸)

سید مرتضیٰ اختر جعفری نے اپنے مضمون ''غالب کا عطیہ اردو قصیدہ کو'' میں لکھا ہے ''غالب کے اردو دیوان میں فقط چار قصیدے ہیں جن میں پہلے دو مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب کی منقبت میں ہیں اور دوسرے دو قصیدے بہادر شاہ ظفر کی مدح میں ہیں۔''(۱۹) ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رائے میں ''غالب کے اردو مجموعے میں کل چار قصیدے ہیں دو حضرت علیؑ کی منقبت میں اور دو بہادر شاہ ظفر کی مدح میں مگر یہ چار ہی ان کی استادی کے ثبوت کے لیے کافی ہیں۔''(۲۰) دیوانِ غالب (نسخہ سری نگر) میں بھی یہی چار قصیدے موجود ہیں۔ نسخہ سری نگر کے مشتملات کی تفصیل میں ڈاکٹر اکبر حیدری نے لکھا ہے۔ ''پھر اسی صفحے میں بغیر عنوان کے قصائد ہیں انہی میں ایک مثنوی بھی ہے۔''(۲۱)

دیوانِ غالب (نسخہ خواجہ) میں بھی یہی چار قصیدے موجود ہیں۔(۲۲)

دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں پہلا قصیدہ ''گنجینہ معنی'' میں قصائد کے عنوان کے تحت شامل دیوان ہے جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

سنگ یہ کار گہ ربط نزاکت ہے کہ ہے
خندۂ بیخودی کلک بدندان شرار(۲۳)

یہ قصیدہ ۱۱۰ اشعار پر مشتمل ہے، ۸۲ اشعار گنجینہ معنی میں ہیں جبکہ ۲۸ اشعار ''نوائے سروش'' میں شامل کیے گئے۔(۲۴)

''نوائے سروش'' میں اس کا مطلع بھی درج ہے

سازِ یک ذرہ نہیں، فیضِ چمن سے بیکار
سایۂ لالۂ بے داغ ، سویدائے بہار! (۲۵)

دیوانِ غالب (نسخہ حمیدیہ) میں اس قصیدے کا عنوان '' قصیدہ حیدری بہ تمہید بہار مغفرت'' ہے۔(۲۶) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں بھی یہی عنوان درج ہے اور تعداد اشعار بھی مکمل ہے۔(۲۷) دیوانِ غالب (نسخہ بدایوں) میں اسکا عنوان ''منتخب قصیدہ منقبت حضرت مرتضیٰ علی علیہ السلام'' ہے۔(۲۸) دیوانِ غالب کے پہلے مطبوعہ ایڈیشن ۱۸۴۱ء اور نسخہ دیسنہ میں بھی یہی عنوان درج ہے۔ نسخہ رامپور جدید اور دیوانِ غالب کے تیسرے، چوتھے اور پانچویں مطبوعہ ایڈیشن میں اسے ''قصائد'' کے عنوان کے تحت رکھا گیا ہے۔(۲۹)

کالی داس گپتا رضا نے یہ قصیدہ ۱۸۲۱ء کے کلام میں شامل کیا ہے۔(۳۰) **دیوانِ غالب** نسخہ خواجہ میں اس قصیدے کے صرف ۱۲۸ اشعار ہیں۔(۳۱) دیوانِ غالب، مرتب حامد علی خاں میں بھی اس کے ۱۲۸ اشعار ہیں اور اسکا عنوان ''منقبتِ حیدری'' ہے۔(۳۲)

قصیدہ:

توڑے ہے عجز تنک حوصلہ بر روئے زمیں
سجدہ تمثال وہ آئینہ، کہیں جس کو جبیں (۳۳)

یہ قصیدہ کل ۴۸ اشعار پر مشتمل ہے۔ نسخہ عرشی میں ''گنجینہ معنی'' کے تحت اس کے ۳۵ اشعار موجود ہیں (۳۴) اور ''نوائے سروش'' میں ۳۳ اشعار ہیں۔(۳۵) **دیوانِ غالب** مرتب حامد علی خاں میں یہ قصیدہ ۳۳ اشعار رکھتا ہے اور عنوان ''فی المنقبت'' ہے۔(۳۶) **دیوانِ غالب** (نسخہ حمیدیہ) میں اسکا عنوان '' ایضاً فی المنقبت '' ہے۔(۳۷) دیوانِ غالب کے دوسرے مطبوعہ ایڈیشن اور نسخہ لاہور میں اسکا عنوان ''قصیدہ فی المنقبت'' ہے۔(۳۸)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں بھی یہی عنوان ہے۔(۳۹) نسخہ رامپور قدیم اور نسخہ دیسنہ میں عنوان '' انتخاب قصیدہ منقبت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ''

ہے۔(۴۰) دیوانِ غالبؔ (نسخہ خواجہ) میں یہ قصیدہ ''ایضاً فی المنقبت'' کا عنوان رکھتا ہے اور ۳۳ اشعار کے ساتھ موجود ہے۔(۴۱)

قصیدہ:

ہاں مہ نو سنیں ہم اسکا نام
جس کو تو، جھک کے کر رہا ہے سلام(۴۲)

دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) کے حصہ دوم ''نوائے سروش'' میں یہ قصیدہ ۵۸ اشعار کے ساتھ مکمل ہے۔(۴۳) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں بھی اشعار کی یہی تعداد ہے اور اسے ''قصیدہ بہ مدحت ابوالمظفر بہادر شاہ ظفر'' کا عنوان دیا گیا۔(۴۴) دیوانِ غالبؔ (نسخہ خواجہ) میں اشعار کی اسی تعداد کے ساتھ یہ قصیدہ بعنوان ''در مدح شہنشاہ جم جاہ سلیمان بارگاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی'' موجود ہے۔(۴۵) کالی داس گپتا رضا نے اسے دیوانِ غالبؔ کامل میں ۱۸۵۲ء کے کلام میں شمار کیا ہے یہاں بھی اشعار کی تعداد ۵۸ ہی ہے۔(۴۶)

دیوانِ غالبؔ مرتب حامد علی خاں میں اس قصیدے کا عنوان ''مدحِ شاہ'' ہے اور اشعار کی تعداد بھی ۵۸ ہے۔ قصیدے کا آخری شعر ملاحظہ ہو:

ہے ازل سے روائی آغاز
ہو ابد تک رسائی انجام(۴۷)

نیچے فٹ نوٹ میں لکھا ہے ''بعض نسخوں میں روائی کی جگہ روانی چھپا ہے، غالب نے ''رسائی'' کے مقابلے میں ''روائی'' لکھا تھا، دیکھئے طبا طبائی۔''(۴۸) دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) اور ''دیوانِ غالبؔ کامل'' میں یہ شعر بعینہٖ موجود ہے(۴۹) جبکہ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں فرق دیکھیے پہلے مصرعے میں ''رسائی'' کی جگہ ''روانی'' لکھا ہے:

ہے ازل سے روانی آغاز
ہوا ابد تک رسائی انجام(۵۰)

قصیدہ:

صبحدم دروازہ خاور کھلا
مہرِ عالمتاب کا منظر کھلا(۵۱)

غالب کا یہ قصیدہ ۴۳ اشعار پر مشتمل ہے کالی داس گپتا رضا نے اسے ۱۸۵۲ء کے دور کلام میں شامل کیا ہے۔(۵۲) **دیوانِ غالب** مرتب حامد علی خاں میں قصیدے کا عنوان ''مدح شاہ'' ہے اور اشعار کی تعداد ۴۳ ہے۔قصیدے کے اس شعر کے متعلق حامد علی خاں نے فٹ نوٹ میں لکھا ہے:

باغِ معنی کی دکھاؤں گا بہار
مجھ سے گر شاہِ سخن گستر کھلا

''نسخہ عرشی اور بعض مستند نسخوں میں ''دکھادوں گا'' چھپا ہے مگر نسخہ نظامی میں نیز بیشتر قدیم نسخوں میں ''دکھا دوں گا'' ہی چھپا ہے جو یہاں متین اندازِ اظہار معلوم ہوتا ہے۔''(۵۳)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) اور (نسخہ عرشی) میں اسے کوئی عنوان نہیں دیا گیا: قصیدے کے اس شعر

بزم سلطانی ہوئی آراستہ
کعبۂ امن اماں کا در کھلا(۵۴)

کے متعلق جناب امتیاز علی عرشی نے حواشی میں لکھا ہے ''یہ شعر میرزا صاحب نے بہادر شاہ ظفر کی اس کتاب کی تقریظ میں بھی نقل کیا ہے جو انہوں نے اپنے اوپر سے الزام تشیع دور کرنے کے لیے لکھی تھی۔''(۵۵) دیوانِ غالب (نسخہ خواجہ) میں اس قصیدے کے ۴۳ اشعار موجود ہیں جن میں ۹ اشعار کو قصیدے میں غزل کا عنوان دے کر شامل دیوان کیا گیا۔(۵۶)

قصیدہ:

بگمان قطع زحمت نہ دو چار خامشی ہو
کہ زبان سُرمہ آلود نہیں تیغِ اصفہانی (۵۷)

دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں یہ قصیدہ ''گنجینہ معنی'' کے تحت ۲۶ اشعار پر مشتمل ہے۔(۵۸) کالی داس گپتا رضا نے اسے ۱۸۲۱ء کے کلام میں شامل کیا ہے یہاں بھی اشعار کی تعداد نسخہ عرشی کے مطابق ۲۶ ہے۔(۵۹) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں قصیدے کا عنوان ''قصیدہ فی المنقبت'' ہے اور اشعار کی تعداد ۲۹ ہے یہاں تین اشعار جو زائد ہیں ملاحظہ کیجئے۔

جو نہ نقد داغِ دل کی کرے شعلہ پاسبانی
تو فسردگی نہاں ہے بہ کمین بے زبانی
مجھے اس سے کیا توقع بہ زمانہء جوانی
کبھی کودکی میں جس نے نہ سنی مری کہانی
یونہی دکھ کسی کو دینا نہیں خوب ورنہ کہتا
کہ مرے عدو کو یارب ملے میری زندگانی (۶۰)

نسخہ عرشی میں غالب کے اس قصیدے کا یہ شعر ملاحظہ ہو

غم عجز کا سفینہ بہ کنار بے دلی ہے
مگر ایک شہپر مور کرے سازِ بادبانی(۶۱)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں بھی یہ شعر بعینہٖ موجود ہے(۶۲) جبکہ کالی داس گپتا رضا کے دیوانِ غالب کامل میں یہ شعر اسطرح درج ہے:

غم عجز کا سفینہ بہ کنار بے دلی ہے
مگر ایک شہپر مو کرے ساز بادبانی(۶۳)

قصیدہ:

کرتا ہے چرخ، روز بصد گونہ احترام
فرمانروائے کشورِ پنجاب کو، سلام (۶۴)

اس قصیدے میں مرزا غالب نے مسٹر میکلوڈ لیفٹنٹ گورنر پنجاب کی مدح سرائی کی ہے۔
جناب امتیاز علی عرشی نے حواشی میں منشی دیبی پرشاد کا بیان تحریر کیا ہے کہ:

''مرزا غالب مرحوم کا ایک غیر مطبوعہ قصیدہ'' کے عنوان سے مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اخبار الہلال ۱۷ جون ۱۹۶۱ء میں ایک مضمون لکھا تھا جسے رسالہ زمانہ کانپور، جولائی ۱۹۱۴ء میں بھی نقل کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ لارڈ کینگ کے دربار آگرہ منعقدہ ۱۳ جنوری ۱۸۶۰ء کے موقع پر میرزا صاحب نے لکھا تھا۔ لیکن میری دانست میں یہ تاریخ درست نہیں، اول اس بناء پر کہ اس میں میکلوڈ صاحب کو فرمانروائے پنجاب بتا رہا ہے اور وہ ۱۰ جنوری ۱۸۶۵ء کو منٹگمری کے مستعفی ہونے کے بعد فنانشل کمشنری پنجاب کے عہدے سے ترقی پا کر، لفٹنٹ گورنر پنجاب ہوئے تھے'' (تاریخ پنجاب از منشی دیبی پرشاد مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۸۷۲ء ص ۱۹۷)

اس کے بعد ''واقعات دارالحکومت دہلی'' کا ایک اقتباس لکھا ہے

''دوسرا سبب یہ ہے کہ اس کے ۱۹ ویں شعر میں ریل کے کھلنے کا ذکر ہے اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ ۱۸۵۸ء میں ایسٹ انڈیا ریلوے کلکتے سے رانی گنج تک جو ۱۲۰ میل کا فاصلہ ہے جاری تھی تعمیر کا کام برابر دلی تک جاری رہا۔ پہلے آگرے سے جمنا کے غربی کنارے کے ساتھ ساتھ داغ بیل ڈالی گئی، شورش ۱۸۵۷ء کے بعد اس کی جگہ ٹونڈلا جنکشن سے علی گڑھ ہوتی ہوئی جمنا کے مشرقی کنارے چولا تک کا حصہ ۱۸۶۴ء میں کھولا گیا اس وقت جمنا کا پل بن رہا تھا۔ ۱۸۶۶ء کے آخر میں یہ پل بن کر تیار ہوا اور یکم جنوری ۱۸۶۸ء کو پہلی بار اس پر سے ریل گزری۔ تیسرے اس وجہ سے کہ ۱۳ ویں شعر میں میرزا صاحب نے اپنی عمر ۷۰ برس کی بتائی ہے چونکہ ان کا سال پیدائش ۱۲۱۲ھ (۱۷۹۷ء) ہے اور ان میں ۷۰ کا اضافہ کیا جائے تو ۱۲۸۲ء (۱۸۶۷ء) ہوتے ہیں اس صورت حال کے پیش نظر یہ قصیدہ جنوری ۱۸۶۷ء سے پہلے کا نہیں ہوسکتا اور چونکہ اس کے ۱۴ ویں شعر میں ۱۳ جنوری کا ذکر ہے لہذا اس تاریخ کے بعد ہونا چاہیے۔''(۶۵)

مرزا تفتہ کو ۴ مارچ ۱۸۶۳ء میں غالب نے خط میں گورنر پنجاب کی عنایت کے متعلق لکھا ''ہمیشہ نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار میں مجھ کو سات پارچے اور تین رقم جواہر، خلعت ملتا تھا لارڈ ''کینگ'' صاحب میرا دربار اور خلعت بند کر گئے ہیں، ناامید ہو کر بیٹھ رہا اور مدت العمر کو مایوس رہا۔ اب جو یہاں لفٹنٹ گورنر پنجاب آئے ہیں میں جانتا تھا کہ یہ بھی مجھ سے نہ ملیں گے کل انہوں نے مجھ کو بلا بھیجا بہت سی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ لارڈ صاحب دلی میں دربار نہ کریں گے میرٹھ ہوتے ہوئے اور میرٹھ میں ان اضلاع کے علاقہ داروں اور مالگزاروں کا دربار کرتے ہوئے انبالہ جائیں گے۔ دلی کے لوگوں کا دربار وہاں ہوگا تم بھی انبالہ جاؤ شریک ہو کر خلعت معمولی لے آؤ۔ بھائی کیا کہوں کہ میرے دل پر کیا گزری گویا مردہ جی اٹھا۔ ساتھ اس مسرت کے یہ بھی سناٹا گزرا کہ سامان سفر انبالہ اور مصارف بے انتہا کہاں سے لاؤں اور طرہ یہ کہ نذر معمولی میرا قصیدہ ہے۔ ادھر قصیدے کی فکر، ادھر روپے کی تدبیر حواس ٹھکانے نہیں۔ شعر کا کام دل و دماغ کا ہے وہ روپے کی فکر میں پریشان میرا خدا یہ بھی مشکل آسان کرے گا۔ مگر ان دنوں میں نہ دن کو چین ہے نہ رات کو نیند ہے۔ یہ کئی سطریں تمہیں اور ایسی ہی کئی سطریں جناب نواب گورنر صاحب کو لکھ کر بھیج دی ہیں جیتا رہا تو انبالہ سے آکر خط لکھوں گا۔''(۶۶)

۱۸۶۳ء میں ہی مرزا تفتہ کو ایک اور خط میں لکھا:

''لو صاحب، ہم نے لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کر کے انبالے کا جانا موقوف کیا اور بڑے گورنر کا دربار اور خلعت اور وقت پر موقوف رکھا۔''(۶۷) پروفیسر ممتاز حسین نے غالب کے اس بیان کو تسلیم نہیں کیا وہ لکھتے ہیں:

''میں جس بات پر زور دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو خلعت غالب کو لارڈ ایلن براؤن کے عہد سے لارڈ ہارڈنگ کے عہدے تک ملتا رہا اور جسے لارڈ کینگ بند کر گئے وہ دوبارہ غالب کو نہیں ملا اور نہ اس کے واگزاشت کیے جانے کا کوئی حکم نظر آتا ہے۔ غالب اپنے دوستوں کو رابرٹ منٹگمری کی زبانی گفتگو کے حوالے سے جو اس ''مژدۂ جانفزا'' کا

حال لکھتے رہے ہیں وہ بے بنیاد تھا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ دوستوں سے اپنی سبکی چھپانے کے لیے ایسا لکھتے رہے۔ جس خلعت کے لیے غالب اسقدر مشتاق تھے کہ اس کی پیروی وہ ایک گدائے مبرم کی طرح کرتے رہے۔ اس خلعت کے ملنے کی خبر پا کر وہ انبالے نہ جائیں یہ بات کچھ قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ ''مژدۂ جانفزا'' غالب کے تخیل کا پروردہ تھا۔ ہمارے اس خیال کو مزید تقویت اس بات سے پہنچتی ہے کہ جب سر ڈانل میکلوڈ گورنر پنجاب نے اپنا دربار ۱۳ جنوری ۱۸۶۶ء میں کیا ہے تو اس موقع پر غالب کو نشست بہت نچلی صف میں دی گئی تھی۔ اس ذلت اور خواری کو انہوں نے اپنے ایک قصیدے میں بیان کیا ہے اور میکلوڈ صاحب سے درخواست کی ہے کہ وہ اس سبکی اور بے عزتی کا مداوا کریں۔ یہ قصیدہ دیوانِ غالب نسخہ عرشی میں موجود ہے۔''(۶۸)

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں۔

''۱۸۶۶ء تک کی تو یہ روداد ہے اگر واقعتاً ان کو معمولی خلعت اور لمبر بڑے لارڈ صاحب کا واگزاشت کیا گیا ہوتا تو پھر یہ سبکی میکلوڈ صاحب لیفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی طرف سے کیوں کر معرض وجود میں آئی؟ قرآئن وشواہد تو سارے یہی بتاتے ہیں کہ ان کا رتبہ پہلے سے بھی کم کر دیا گیا اور گورنر جنرل یا وائسرائے ہند کے دربار سے معمولی خلعت واگزاشت نہ ہوا۔''(۶۹)

پروفیسر ممتاز حسین کی رائے کی تصدیق غالب کے اس خط سے بھی ہوتی ہے، ۲ جولائی ۱۸۶۰ء کو علاؤالدین احمد خاں علائی کو لکھتے ہیں۔

''اشعار تازہ مانگتے ہو، کہاں سے لاؤں؟ عاشقانہ اشعار سے مجھ کو وہ بُعد ہے جو ایمان سے کفر کو۔ گورنمنٹ کا بھاٹ تھا بھٹی کرتا تھا، خلعت پاتا تھا۔ خلعت موقوف، بھٹی متروک نہ غزل نہ مدح۔ ہزل وہجو میرا آئین نہیں پھر کہو کیا لکھوں؟ بوڑھے پہلوان کے پیچ بتانے کو رہ گیا ہوں۔''(۷۰)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس قصیدے کا عنوان ''قصیدہ مسٹر میکلوڈ

لیفٹنٹ گورنر پنجاب کی مدح میں'' ہے۔(۷۱) ''سُرودِ زندگی'' میں ''قصیدہ در مدح نواب میکلوڈ بہادر'' ہے۔(۷۲)

قصیدہ:

ملاذِ کشور و لشکر پناہ شہر و سپاہ
جناب عالی ایلن برون والا جاہ(۷۳)

یہ قصیدہ مسٹر ایلن براؤن کے ہاں بیٹا پیدا ہونے پر منشی شیو نرائن نے مرزا غالب سے لکھوایا۔ غالب منشی شیو نرائن کو خط میں لکھتے ہیں ''کل آپکا خط آیا رات بھر میں نے فکر شعر میں خون جگر کھایا اکیس شعروں کا قصیدہ کہہ کر تمہارا حکم بجالایا۔ میرے دوست خصوصاً میرزا تفتہ جانتے ہیں کہ میں فن تاریخ کو نہیں جانتا۔ اس قصیدہ میں ایک روش خاص سے اظہار ۱۸۵۸ء کا کر دیا ہے خدا کرے تمہارے پسند آئے۔ تم خود قدر دانِ سخن ہو اور تین استاد اس فن کے تمہارے یار ہیں، میری محنت کی داد مل جائے گی۔''(۷۴)

یہ قصیدہ اکیس اشعار پر مشتمل ہے آخر میں دعائیہ انداز ملاحظہ ہو۔

امیدوارِ عنایات ، شیو نرائن!!!
کہ آپ کا ہے نمک خوار اور دولت خواہ
یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں عزوجاہ کے ساتھ
تمہیں اور اس کو سلامت رکھے سدا اللہ(۷۵)

ڈاکٹر اکبر حیدری اپنے مضمون ''مخطوطہ دیوانِ غالبؔ (نسخہ سری نگر) اور مطبوعہ نسخے بحیاتِ غالب'' میں ''دیوانِ غالبؔ نسخہ آگرہ'' کی تفصیل میں لکھتے ہیں ''اس سے مراد غالب کا وہ دیوان ہے جو آگرے میں غالب کے نہایت معتبر شاگرد منشی شیو نرائن تخلص آرام (۱۸۳۳ء۔۱۸۹۸ء) کے زیر اہتمام انہی کے مطبع مفید خلائق میں ۱۸۶۳ء میں شائع ہوا۔۔۔

منشی صاحب کی فرمائش سے ہی مرزا نے لارڈ ایلن برون کی تعریف میں

۱۸۵۸ء میں ۲۱ شعر کا قصیدہ تصنیف کیا۔''(۷۶)

جناب امتیاز علی عرشی نے ایلن برون کی شخصیت کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے ''ممدوح کا نام اردوئے معلیٰ اور خطوط دونوں میں ایلن برون ہے اس نام کے کسی انگریز افسر کا مجھے پتہ نہ چل سکا۔ ایک مشہور شخصیت ایلن برو گورنر جنرل کی ہے مگر وہ اس زمانے میں انگلستان میں بورڈ آف کنٹرول کے صدر تھے۔ بظاہر شیونرائن کا ان سے ایسا تعلق ہونا چاہیے کہ یہ انہیں انگلستان تک مبارکباد کا قصیدہ لکھوا کر بھیجیں۔ ہاں اگر یہ قصیدہ ملکہ وکٹوریا کی مدح میں ہوتا تو ان کے توسط سے ملکہ کی خدمت میں پیش ہونا تسلیم کرلیا جاتا جسطرح میرزا صاحب نے ۱۸۴۵ء میں وکٹوریا کی مدح کا قصیدہ ان کے پاس انگلستان بھیج کر پیش کرایا تھا۔''(۷۷)

امتیاز علی عرشی نے یہ قصیدہ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) کے حصہ سوم ''یادگار نالہ'' میں شامل کیا ہے اور قصائد کے عنوان کے تحت یہ پہلا قصیدہ ہے۔ کالی داس گپتا رضا نے اسے ۱۸۵۸ء کے کلام میں شامل کیا ہے۔(۷۸)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ''قصیدہ'' لکھ کر جلی حروف میں ذیلی عنوان دیا گیا ہے ''مسٹر ایلن براؤن کے بیٹا پیدا ہونے پر منشی شیونرائن نے لکھوایا۔'' غالب کا یہ قصیدہ ۱۲۱ اشعار پر مشتمل ہے۔(۷۹)

قصیدہ:

گئی ہیں سال کے رشتے میں بیس بار گرہ
ابھی حساب میں باقی ہیں سو ہزار گرہ (۸۰)

یہ قصیدہ راجہ شیودان سنگھ والئی الور کی بیسویں سالگرہ کے موقع پر لکھا گیا۔ امتیاز علی عرشی نے قصیدے کے حواشی میں لکھا ہے ''یہ قصیدہ راجہ شیودان سنگھ والئی الور کی شان میں لکھا گیا ہے۔ مصرعہ اول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ان کی ۲۰ ویں سالگرہ کا جشن منایا جارہا تھا چونکہ وہ راجہ بنی سنگھ کے ۱۸۵۷ء میں مرنے کے بعد ۱۳ برس کی عمر میں مسند نشیں اور ستمبر ۱۸۶۳ء میں بلوغ کو پہنچ کر بااختیار کیے گئے'' (ریاض الامراء مصنفہ: مولوی

رحمٰن علی خان طبع نولکشور ۱۸۷۳ء ص ۹۴)

اس حساب سے یہ قصیدہ اسی مہینے میں لکھ کر پیش کیا گیا ہوگا رہی اسکی اشاعت، تو یہ سب سے پہلے رسالہ اردو، اکتوبر ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا تھا علاوہ ازیں یہ دیوانِ غالبؔ کے طاہر ایڈیشن ۱۴۰ (مطبوعہ ۱۹۳۸ء) میں بھی شامل ہے۔ طاہر ایڈیشن کی بنیاد ایک ایسا مخطوطہ ہے جو حسین میرزا ابن حسام الدین حیدر خاں نے غالب کی حیات میں پنجشنبہ ۶ جمادی الثانی ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۸۶۰ء کو کتابت کر کے تمام کیا ہے اور غالب کی نظر سے گزر چکا ہے لیکن اس میں کچھ ایسا کلام بھی ہے جو متداول دیوان سے زیادہ ہے۔ اس کے بارے میں آغا طاہر مرتب طاہر ایڈیشن نے یہ نہیں بتایا کہ یہ کلام انہیں منقولہ مخطوطے میں ملا یا دوسرے ذرائع سے جمع کیا گیا۔ چونکہ یہ کلام اس ایڈیشن کی طباعت سے پہلے مختلف رسائل واخبارات میں شائع ہو چکا تھا، اس لیے ہوسکتا ہے کہ سب حسین مرزا کے مخطوطے میں نہ ہوتا۔ ہم اس قصیدے کے شعر متاعِ عیش کا ہے الخ اور آئندہ قصیدے کے شعر: بزم گہ میں امیر شاہ نشاہ الخ سے پہلے لفظ ''تمہ'' لکھا ہوا ہے۔ یہ لفظ تازہ کلام کے حاشیے پر اضافے کی صورت میں جگہ ختم ہو جانے کے بعد بقیہ حصہ کلام دوسرے صفحے کے حاشیے پر درج کرنے سے پہلے لکھ دیا جاتا ہے تاکہ تسلسل معلوم ہو جائے۔ چنانچہ دیوانِ غالب فارسی (رضا لائبریری، لوہارو کلیکشن) کے ورق ۱۰۴ الف کے حاشیے پر میرزا غالب نے اپنا قصیدہ ''تاچہ نیرنگ است ایں کاندر جہاں آوردہ اند، اضافہ کرتے ہوئے اس صفحے پر جگہ تمام ہو جانے کی وجہ سے قصیدے کا بقیہ حصہ ورق ۱۰۴ ب پر نقل کیا تو اس سے پہلے لفظ ''تمہ'' اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ طاہر ایڈیشن میں یہ قصیدے کسی رسالے سے نقل نہیں کیے گئے ہیں بلکہ خود حسین میرزا کے نسخے کے حاشیے میں موجود تھے۔''(۸۱)

یہ قصیدہ ۱۲۵ اشعار پر مشتمل ہے اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) اور دیوانِ غالبؔ کامل میں اشعار کی تعداد یکساں ہے۔ کالی داس گپتا رضا نے اسے ۱۸۶۳ء کے کلام میں شمار کیا ہے۔ قصیدے کے اٹھارویں شعر میں ان مرتبین میں

اختلافِ نسخ پایا جاتا ہے۔

دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) اور اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) میں قصیدے کا شعر یوں درج ہے۔

متاعِ عیش کا، ہے، قافلہ چلا آتا
کہ جادۂ رشتہ ہے اور ہے شُتر قطار گرہ (۸۲)

''دیوانِ غالب کامل'' میں شعر کی صورت دیکھئے:

متاعِ نیش کا، ہے، قافلہ چلا آتا
کہ جادہ رشتہ ہے اور ہے شتر قطار گرہ (۸۳)

اس طرح قصیدے میں شعر نمبر۱۳ دیوانِ غالب نسخہ عرشی اور اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) میں یوں درج ہے۔

سن، اے ندیم، برس گانٹھ کے یہ تاگے تے
تجھے بتاؤں کہ کیوں کی ہے اختیار گرہ ؟(۸۴)

دیوانِ غالب کامل میں یہی شعر ملاحظہ ہو:

سن، اے ندیم! برس گانٹھ کے، یہ تاگے نہیں
تجھے بتاؤں کہ کیوں کی ہے اختیار گرہ! (۸۵)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اسکا عنوان ''راجہ شیو دان والئی الور کی بیسویں سالگرہ کے موقع پر۔''(۸۶) سرودِ زندگی میں اسے ''قصیدہ در مدح راجا شیو دان سنگھ والئی الور'' کا عنوان دیا گیا۔(۸۷)

قصیدہ:

مرحبا سال فرخی آئیں!
عیدِ شوال و ماہِ فرور دیں(۸۸)

غالب کا یہ قصیدہ ۳۶ اشعار پر مشتمل ہے۔ جناب امتیاز علی عرشی نے دیوانِ

غالبؔ (نسخہ عرشی) کے حواشی میں لکھا ہے "یہ قصیدہ مرزا سعید الدین احمد خاں بہادر طالب دہلوی جاگیردار ریاست لوہارو کے ذریعے سے رسالۂ کمال دہلی کی اشاعت جنوری ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا تھا، اس کے بعد البلاغ کلکتہ ۱۷ مارچ ۱۹۱۶ء اور دبدبہ سکندری رام پور، ۱۷ اپریل ۱۹۱۶ء میں چھپا۔ مولانا نظامی بدایونی نے بھی اپنے مرتبہ دیوانِ غالبؔ کے آخر میں اسے غیر مطبوعہ کلام کے تحت درج کیا اور یہ بھی لکھا کہ یہ قصیدہ نواب کلب علی خاں بہادر والئی رامپور کے غسلِ صحت کی مبارک تقریب میں لکھا گیا۔ تھا ان کی یہ اطلاع رسالۂ کمال کے تمہیدی نوٹ پر مبنی تھی جس میں پیارے لعل رونق ایڈیٹر کمال نے سہواً اس قصیدے کے خلد آشیاں (نواب کلب علی خاں بہادر) کی مدح میں قرار دیا تھا۔ دراصل یہ نواب یوسف علی خاں بہادر ناظم کے جشنِ صحت کے موقع پر لکھا گیا تھا اس لیے کہ اس میں عید، نوروز اور ھولی کا جمع ہونا تحریر ہے۔۔۔۔ نیز منشی سہل چند کے نام میرزا صاحب کے مکتوب مورخہ ۱۹ جنوری ۱۸۶۵ء سے پتا چلتا ہے کہ یہ قصیدہ ۲۵ دسمبر ۱۸۶۴ء اور ۸ جنوری ۱۸۶۵ء کے درمیان لکھا گیا تھا۔"(۸۹) کالی داس گپتا رضا نے اس قصیدے کو ۲۵ دسمبر ۱۸۶۴ء تا ۸ جنوری ۱۸۶۵ء کے عہد کا کلام قرار دیا ہے۔(۹۰) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اسے قصیدہ کا عنوان دے کر جلی حروف میں وضاحت کی گئی ہے "نواب یوسف خاں بہادر والی رامپور کے غسل صحت کے موقع پر لکھا گیا۔"(۹۱)

سرود زندگی میں قصیدے کا عنوان "قصیدہ در مدح نواب کلب علی خاں بہادر" ہے۔(۹۲)

غالب کے اردو قصائد کے تفصیلی جائزے سے ایک بات واضح ہے کہ غالب کو شہرت اگرچہ غزل گوئی کے سبب ملی لیکن ان کی قادرالکلامی کے جوہر ہمیں دیگر اصناف سخن میں بھی نظر آتے ہیں۔ مولانا حالی نے "یادگار غالب" میں درست کہا تھا:

"لٹریری قابلیت کے لحاظ سے مرزا جیسا جامع حیثیات آدمی، امیر خسرو اور فیضی کے بعد آج تک ہندوستان کی خاک سے نہیں اٹھا اور چونکہ زمانہ کا رخ بدلا ہوا ہے اسلیے

آئندہ بھی یہ اُمید نہیں کہ قدیم طرز کی شاعری وانشا پردازی میں ایسے با کمال لوگ اس سرزمین پر پیدا ہوں گے۔''(۹۳)

مولانا حالی کا یہ اعتراف گویا غالب کی عظمت کا اعتراف ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غالب جیسا عظیم شاعر دربار سے وابستہ ہوکر قصیدہ گوئی کی طرف کیوں راغب ہوا جب کہ وہ قصیدے کے میدان کا مرد نہیں تھا؟ دراصل غالب اپنے خاندانی پس منظر کو اپنے حال سے کبھی جدا نہ کر سکے معاشی نا آسودگی اور ناہمواری نے انہیں یہ راستہ دکھایا لیکن غالب نے فن شاعری میں اولیت غزل کو ہی بخشی۔ڈاکٹر فتح محمد ملک اپنے مضمون ''غالب غزل سے قصیدے تک''میں رقمطراز ہیں:

''جب ہزاروں خواہشیں ایسی ہوں کہ ہر خواہش پہ دم نکلے مگر ان کا عشر عشیر بھی پورا نہ ہو تو ذہن چکرا جاتا ہے اور اس کربناک ذہنی حالت سے نجات پانے کے لیے آدمی یا تو خود فراموشی کی تلاش میں خانقاہ کی طرف چل دیتا ہے یا پھر احساس کمتری کے دیے زخموں پر خودنمائی کے پھاہے رکھنے کی خاطر دربار شاہی کی راہ لیتا ہے۔غالب نے حتی المقدور ہر دو حربے آزمائے۔''(۹۴)

غالب نے یہ حربے جس مقصد کی خاطر آزمائے وہ پورا ہوا یا نہ ہوا اس سے قطع نظر اردو قصیدے کو غالب کا یہ تحفہ ضرور نصیب ہوا۔تعداد میں کم ہونے کے باوجود قصیدے کے روایتی لوازمات بالتفصیل پورا نہ کرتے ہوئے بھی ان اردو قصائد کی اہمیت سے نقاد انکار نہ کر سکے۔غالب کے تقریباً سبھی ناقدین نے غالب کے اردو قصائد میں ''گریز''اور تشبیب کو بالخصوص سراہا ہے یہ قصائد سہل اور رواں دواں زبان میں لکھے گئے ہیں یہاں بھی غالب اپنی انفرادیت کو کامیابی سے برقرار رکھتے ہیں۔

نظیر صدیقی اپنے مضمون ''غالب کے رد کردہ اشعار''میں لکھتے ہیں:

''قصیدے میں تو خیر غالب ایک منفرد رنگ اور ممتاز مقام کے مالک ہیں اور ان کے بہترین قصیدے وہی ہیں جو ان کے مروّج دیوان میں شامل ہیں۔ان کے قصائد،

قصیدے کے روایتی معیار پر پورے نہ اترنے کے باوجود شعری معیار پر پورے اترتے ہیں اور اس حد تک کہ قصیدے سے نفرت کے اس دور میں بھی اگر کسی کے قصیدے دلچسپی کے ساتھ پڑھے جا سکتے ہیں تو وہ سودا اور ذوق کے قصیدے نہیں بلکہ غالب کے قصیدے ہیں جن میں کئی جگہ اعلیٰ شاعری کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔''(۹۵)

غالب کی مہارت اور جدتِ طبع نے قصیدے کی خشک زمین کو غزل کا رنگ و آہنگ عطا کیا۔ ان کے اردو قصائد میں مطلع سے لیکر مدح اور دعائیہ اشعار تک ترتیب اور توازن بدرجہ اتم موجود رہتا ہے۔ کہیں کہیں غالب قصیدے کی روایت کے پیش نظر مبالغے سے کام لیتے ہیں لیکن بیشتر مقامات پر غلو میں بھی حدِ اعتدال سے کام لیا ہے اور یوں اردو قصیدے کے تنِ مردہ میں اک نئے فکر و آہنگ کی روح پھونک دی۔

حواشی

۱۔ حالی، الطاف حسین، یادگار غالب، لاہور، خزینہ علم و ادب، ۲۰۰۲ء، ص ص ۳۹۸، ۳۹۹

۲۔ آزاد، مولانا محمد حسین، آب حیات، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء ص ۱۵۷

۳۔ سید امداد امام اثر، کاشف الحقائق، جلد دوم، لاہور مکتبہ معین الادب، ۱۹۵۶ء ص ص ۱۳۳، ۱۳۲

۴۔ حالی، الطاف حسین، مقدمہ شعر و شاعری، لاہور، خزینہ علم و ادب، ۲۰۰۱ء، ص ۱۴۶

۵۔ عبدالسلام ندوی، شعر الہند، مطبع معارف، اعظم گڑھ طبع چہارم، ۱۹۵۴ء ص ۱۴۶

۶۔ جالبی، ڈاکٹر جمیل، تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، لاہور، مجلس ترقی ادب، فروری ۲۰۱۲ء

۷۔ ڈاکٹر اکبر حیدری، نوادر غالب، کراچی، ادارہ یادگار غالب، طبع اول ۲۰۰۲ء، ص ۱۶۰

۸۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو شاعری کا فنی ارتقاء، لاہور، الوقار پبلی کیشنز ۱۹۹۷ء

۹۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی)، مرتب، امتیاز علی عرشی، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۰ء، ص ۱۴۸

۱۰۔ ایضاً ص ۱۵۰

۱۱۔ ایضاً ص ۱۵۵

۱۲۔ نظم طباطبائی، شرح دیوانِ غالب، بحوالہ، احوال ونقد غالب، مرتب: پروفیسر محمد حیات خاں سیال، لاہور، الائیڈ بک سنٹر، ۲۰۰۴ء ص ۳۳۲

۱۳۔ رفیع الدین ہاشمی، اصناف ادب، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء ص ۴۷

۱۴۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۱۵۲

۱۵۔ احوال ونقد غالب، مرتب، پروفیسر محمد حیات خاں سیال، لاہور، ص ۳۳۴

۱۶۔ غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر، غالب کے فارسی قصیدے مشمولہ احوال ونقد غالب، ص ۳۴۱

۱۷۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اصناف ادب، ص ۴۷

۱۸۔ زکریا، ڈاکٹر خواجہ محمد، غالب کے اردو قصیدے، مشمولہ احوال ونقد غالب، ص ۳۳۱

۱۹۔ خیابان غالب، مرتبین ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، ڈاکٹر سید مرتضیٰ جعفری پشاور، عظیم پبلشرز، ۱۵ مارچ

۲۰۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو شاعری کا فنی ارتقاء، ص ۲۲۹

۲۱۔ ڈاکٹر اکبر حیدری، غالبیات کے چند فراموش شدہ گوشے، کراچی، ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۲ء ص ۱۷۱

۲۲۔ دیوانِ غالب (نسخہ خواجہ) ص ۱۰۵

۲۳۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۲

۲۴۔ ایضاً، ص ۱۴۸

۲۵۔ ایضاً

۲۶۔ دیوانِ غالب (نسخہ حمیدیہ) مرتب، پروفیسر حمید احمد خاں، لاہور، مجلس ترقی ادب طبع دوم، جون ۱۹۹۴ء، ص ۷

۲۷۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) مرتبین، ڈاکٹر محمد خاں اشرف، ڈاکٹر عظمت رباب، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۲ء ص ۳۵۱

۲۸۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۱۰۷

۲۹۔ ایضاً ص ۱۴۸

۳۰۔ دیوانِ غالب کامل، مرتب: کالی داس گپتا رضا، کراچی، انجمن ترقی اردو ہند، طبع چہارم، ۲۰۱۲ء، ص ۳۴۱

۳۱۔ دیوانِ غالب (نسخہ خواجہ) ص ۱۰۵

۳۲۔ دیوانِ غالب، مرتب حامد علی خاں، لاہور، الفیصل، جنوری ۲۰۰۷ء، ص ۲۰۳

۳۳۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) ص ۷

۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ ایضاً، ص ۱۵۰

۳۶۔ دیوانِ غالب، مرتب حامد علی خاں، ص ۲۰۵

۳۷۔ دیوانِ غالب (نسخۂ حمیدیہ) ص ۱۷

۳۸۔ بحوالہ نسخۂ عرشی، ص ۱۵۰

۳۹۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف)، ص ۳۵۶

۴۰۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) ص ۱۵۰

۴۱۔ دیوانِ غالب (نسخۂ خواجہ) مرتب معین الرحمٰن، ڈاکٹر، ص ۱۰۹

۴۲۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) ص ۱۵۲

۴۳۔ ایضاً

۴۴۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص ۳۶۲

۴۵۔ دیوانِ غالب (نسخۂ خواجہ) ص ۱۰۹

۴۶۔ دیوانِ غالب کامل، ص ۳۴۱

۴۷۔ دیوانِ غالب، مرتب حامد علی خاں، ص ۲۱۱

۴۸۔ ایضاً

۴۹۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) ص ۱۵۵، دیوانِ غالب کامل، ص ۳۴۳

۵۰۔ دیوانِ غالب (نسخۂ اشرف) ص ۳۶۵

۵۱۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) ص ۱۵۵

۵۲۔ دیوانِ غالب کامل، ص ۳۴۳

۵۳۔ دیوانِ غالب مرتب حامد علی خاں، ص ۵۲

۵۴۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) ص ۱۵۶

۵۵۔ ایضاً

۵۶۔ دیوانِ غالب (نسخۂ خواجہ) ص ۱۱۳

۵۷۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) ص ۹

۵۸۔ ایضاً
۵۹۔ دیوانِ غالب کامل، ص ۲۴۴
۶۰۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۶۰
۶۱۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۱۰
۶۲۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۶۰
۶۳۔ دیوانِ غالب کامل، ص ۲۴۹
۶۴۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۳۸۳
۶۵۔ ایضاً ص ۳۸۳، ۳۸۴
۶۶۔ خطوط غالب، مرتب، غلام رسول مہر، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۲، ص ۱۶۵
۶۷۔ ایضاً
۶۸۔ ممتاز حسین، پروفیسر، غالب ایک مطالعہ، لکھنو، نصرت پبلشرز، اشاعت اول ۱۹۸۶ء، ص ۷۰
۶۹۔ ایضاً ص ۷۱
۷۰۔ خطوط غالب، مرتب غلام رسول مہر، ص ۵۱
۷۱۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۶۵
۷۲۔ سرودِ زندگی، مرتب یوسف بخاری دہلوی، لاہور شیخ مبارک علی، اشاعت اول فروری ۱۹۶۸ء، ص ۱۶۷
۷۳۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۳۷۶
۷۴۔ خطوط غالب، مرتب غلام رسول مہر، ص ۱۹۸
۷۵۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۳۷۸
۷۶۔ اکبر حیدری، ڈاکٹر غالبیات کے چند فراموش شدہ گوشے، کراچی، ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۲ء ص ۱۷۱
۷۷۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۳۷۶
۷۸۔ دیوانِ غالب کامل، ص ۳۹۲
۷۹۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۶۸
۸۰۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۳۷۸
۸۱۔ ایضاً، ۳۷۸، ۳۷۹

۸۲۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۳۷۹، اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص ۳۷۰
۸۳۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص ۴۰۵
۸۴۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۳۷۹، اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص ۳۷۰
۸۵۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص ۴۰۵
۸۶۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص ۳۶۹
۸۷۔ سرودِ زندگی، مرتب، یوسف بخاری دہلوی، ص ۱۶۵
۸۸۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۳۸۰
۸۹۔ ایضاً ص ۳۸۰، ۳۸۱
۹۰۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص ۴۰۸
۹۱۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص ۳۶۶
۹۲۔ سرودزندگی، مرتب، یوسف بخاری دہلوی، ص ۱۶۷
۹۳۔ حالی، الطاف حسین، یادگار غالب، ص ۴۰۶
۹۴۔ فتح محمد ملک، ڈاکٹر، غالب غزل سے قصیدے تک، مشمولہ، احوال ونقد غالب، ص ص ۳۲۸، ۳۲۹
۹۵۔ نظیر صدیقی، غالب کے رد کردہ اشعار، مشمولہ نقوش، لاہور، غالب نمبر ص ۱۲۰

غالب کے اردو قطعات.... عنوانات کا مسئلہ

اردو شاعری میں جن اصناف نے فروغ پایا ان میں قصیدہ، غزل، مثنوی، مرثیہ، قطعہ، رباعی اور نظم شامل ہیں لیکن قصیدہ اور قطعہ کو قدیم ترین اصناف ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ قطعہ کی لفظی ترکیب ''فرہنگ تلفظ'' میں اس طرح درج ہے۔

ق۔کسر ط۔سکون ع۔فتح ہ غیر ملفوظ (مذکر)(۱)

قطعہ عربی سے فارسی میں آیا۔ اہل فارس نے قطعہ کو بام عروج تک پہنچایا۔ یہ مقام اسے عرب میں نہ مل سکا۔ قطعہ کا لغوی مفہوم کسی چیز کا پارہ یا جزو ہے بقول امداد امام اثر ''عروضی ترکیب اس صنف شاعری کی وہی ہے جو قصیدہ کی۔''(۲)

مرزا اسد اللہ خاں غالب کے اردو قطعات کی تعداد کچھ زیادہ نہیں لیکن ادبی سطح پر یہ اس دور کے بہترین قطعات ہیں۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) کے حصہ دوم (نوائے سروش) میں سولہ قطعات دیے گئے ہیں(۳) اور حصہ سوم (یادگار نالہ) میں تیرہ قطعات شامل ہیں۔(۴) غالب کے بیشتر قطعات مدح و تہنیت سے تعلق رکھتے ہیں، چند ایک قطعات تاریخ ہیں، عام معمولات سے متعلق چند قطعات ہیں جن میں مزاح کا پہلو بھی ہے۔ چند قطعات سے غالب کی حب الوطنی کا اظہار بھی ہوتا ہے جن میں دلی کے حالات و واقعات کا بیان ہے۔ ایک قطعہ اعتذار یہ ہے جس میں انہوں نے استاد ذوق کے سلسلے میں اپنی صفائی پیش کی ہے۔

غالب کے اردو قطعات کی ادبی حیثیت مسلمہ ہے۔ان کی تاریخی اہمیت سے بھی انکار نہیں لیکن دیوانِ غالب کی مختلف اشاعتوں میں ان قطعات کے عنوانات میں اختلاف نظر آتا ہے۔اس اختلاف کی کیا وجوہات ہیں نیز اس کے پیچھے کیا عوامل تھے جن کی وجہ سے غالب نے ان قطعات کو عنوانات نہیں دیے اور دیوانِ غالب کے مرتبین نے اپنی ذہنی اُپج اور منشا کے مطابق ان قطعات کے عنوانات رکھے۔

یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اردو شاعری کے ارتقاء میں سماجی محرکات کا بہت عمل دخل رہا ہے۔سماجی عوامل کے پس منظر میں ہی اردو زبان کا تفریح گاہوں میں استعمال ہونے لگا، خانقاہوں نے بھی ادبی ترسیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔اکثر بزرگوں کے اقوال اور اشعار اردو زبان میں ملتے ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کی رائے میں:

''اگر برصغیر پاک و ہند کی تہذیبی تاریخ کو غور سے دیکھا جائے تو ولی دکنی سے لیکر داغ دہلوی تک شاعری ایک تہذیبی احساس کی ترجمانی کر رہی ہے۔اردو شاعری کی وہ تمام روایات جن کی ابتداء حسن شوقی، قلی قطب شاہ اور ولی سے ہوتی ہے اور جس میں میر، سودا اور درد جیسے بڑے شاعر اسی روایت کے منظر کو روشن کرتے ہیں اور اختتام پر ذوق و غالب، انیس و دبیر، آتش و ناسخ اور داغ و امیر مینائی تک پہنچی ہے یہ سب شاعر اسی طویل تہذیبی دور کا حاصل ہیں۔''(۵)

لیکن اردو زبان اور شاعری کی ترویج میں شمالی ہند اور دکن کے شاہی درباروں کی بھی بڑی اہمیت ہے جہاں شاعر اپنے کلام کی داد تحسین وصول کرتے۔کئی شعراء درباروں سے ہی وابستہ تھے۔شاعری اس زمانے میں سننے اور سنانے کیلئے کہی اور سنی جاتی تھی گویا شاعری ایک تہذیبی مظہر تھا اور تہذیب کا لازمی حصہ بھی۔داستانیں محفل میں سنانے کے لیے تھیں، محلے گلیوں میں مشاعرے ہوتے یہاں تک کہ نوکر چاکر بھی مصرعے باندھ دیتے تھے، ہر موزوں طبع شخص شعر کہتا تھا۔شاعری سے لطف اندوز ہونا مہذب ہونے کی علامت

تھی۔علی جواد زیدی نے لکھا ہے:

''دلی میں مشاعرے بکثرت ہوتے تھے لیکن سب سے وقیع مشاعرے قلعے کے ہوتے تھے۔اس میں شہر کے تمام استاد ذوق، مومن، غالب، صہبائی، آزردہ، احسان وغیرہ شریک رہتے تھے۔مشاعرے رات رات بھر چلتے۔''(۶)

ان مشاعروں میں شرکت کیلئے شعراء کو باقاعدہ دعوت دی جاتی اور وہ اسے حکم شاہی سمجھ کر ضرور شریک ہوتے۔ غالب، منشی نبی بخش حقیر کو اپنے خط مورخہ ۲۳ اپریل ۱۸۵۳ء میں لکھتے ہیں:

''یہاں بادشاہ نے قلعے میں مشاعرہ مقرر کیا ہے، ہر مہینے میں دو بار مشاعرہ ہوا کرتا ہے پندرھویں اور انتیسویں۔حضور (بہادر شاہ ظفر) فارسی کا ایک مصرعہ اور ریختہ کا ایک مصرعہ طرح کرتے ہیں۔اب کے جمادی الثانی کی تیسویں کو جو مشاعرہ ہوا اس میں مصرعہ فارسی یہ تھا،

''زیں تماشا گاہ گریاں می روؤ''

ریختہ کا مصرعہ یہ تھا

خمار عشق ہمیں کس قدر ہے کیا کہیے

میں نے ایک غزل اور ایک ریختہ موافق طرح کے اور دوسرا ریختہ اسی طرح میں سے ایک اور صورت نکال کر لکھا وہ تینوں غزلیں تم کو لکھتا ہوں۔ پڑھ لینا اور میاں تفتہ کو بھی دکھا دینا۔''(۷)

اس دور میں شاعری تہذیب کی علامت تھی۔اس زمانے میں درزی، صراف اور عطار بھی سخن شناس ہوتے جو عام معمولات زندگی کے دوران شعر پڑھتے اور شعر بناتے نظر آتے۔یہی وجہ ہے کہ اس دور میں عنوانات کی اہمیت نہیں تھی۔بالعموم کلام بغیر عنوان کے سنا دیا جاتا کیونکہ عنوان بنیادی طور پر لکھنے کے لیے ہے۔جہاں شاعری سنائی جائے گی وہاں شاعر سامعین کو بتائے گا یہ سہرا ہے یہ قطعہ ہے اور اس موقع پر لکھا ہے یا یہ بادشاہ کا قصیدہ ہے

لیکن جب رسالوں میں کلام چھپنا شروع ہوا تو عنوانات کی ضرورت پیش آئی۔ یہی سبب ہے کہ غالب کے قطعات میں اشاعت کے بعد ہمیں مختلف عنوانات نظر آتے ہیں یا انہیں صرف قطعات کی ذیل میں لکھ دیا جاتا ہے۔ یہ فرق اس لئے ہے کہ غالب نے خود ان قطعات کو عنوان نہیں دیا لیکن کلام غالب کے مرتبین نے انہیں موضوع یا پھر اس حالت کے موافق جس میں وہ قطعہ موزوں ہوا عنوان دے دیا۔ یہی سبب ہے کہ ان قطعات کے دیوانِ غالبؔ کی مختلف اشاعتوں میں عنوانات مختلف ہیں۔ ذیل میں ان قطعات کے اختلافی عنوانات کی تفصیل سے دیوانِ غالبؔ کے مرتبین کے مابین پائے جانے والے فرق کو واضح کیا گیا ہے۔

دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں قطعات کو عنوانات نہیں دیے گئے۔ ''نوائے سروش'' میں قطعات کے عنوان کے تحت جو پہلا قطعہ درج ہے اس کا مطلع ہے:

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے (۸)

اس قطعے کو کالی داس گپتا رضا نے ''دیوانِ غالبؔ کامل تاریخی ترتیب کے ساتھ'' میں بغیر عنوان کے ۱۸۲۹ء کے کلام میں شمار کیا ہے(۹) دیوانِ غالبؔ مرقع چغتائی میں اس کا عنوان ''در تعریف ڈلی'' ہے۔(۱۰) غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی سے طبع ہونے والے دیوانِ غالبؔ میں عنوان ''در مدح ڈلی'' دیا گیا ہے(۱۱) جبکہ دیوانِ غالبؔ کا نپور ایڈیشن میں بھی یہی عنوان موجود ہے۔(۱۲) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''چکنی ڈلی کی تعریف میں'' ہے۔(۱۳) دیوانِ غالبؔ (نسخہ خواجہ) میں ''بسپاس ہدیہ چکنی ڈلی'' ہے۔(۱۴)

اس قطعے کی تقریب، شان نزول اور پس منظر کے بارے میں غالب مرزا حاتم علی بیگ مہر کو نومبر ۱۸۵۸ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں ''۔۔۔۔۔۔ کلکتے میں ۔۔۔۔ مولوی کرم حسین صاحب ایک میرے دوست تھے انہوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی، بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کف دست پر رکھ کر مجھ سے کہا کہ اس کی کچھ تشبیہات نظم کیجئے میں نے وہاں

بیٹھے بیٹھے تو، دس شعر کا قطعہ لکھ کر ان کو دیا اور صلے میں وہ ڈلی ان سے لے لی۔۔۔۔غرض کہ بیس بائیس پھبتیاں ہیں۔‘‘(۱۵)

مولانا حالی نے ’’بدیہہ گوئی‘‘ کے عنوان کے تحت اس قطعے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

’’۱۸۷۱ء میں جبکہ نواب ضیاء الدین احمد خاں مرحوم کلکتے گئے ہوئے ہیں مولوی محمد عالم مرحوم نے جو کلکتہ کے ایک دیرینہ سال فاضل تھے نواب صاحب سے بیان کیا کہ جس زمانے میں مرزا صاحب یہاں آئے ہوئے تھے ایک مجلس میں جہاں مرزا بھی موجود تھے اور میں بھی حاضر تھا، شعراء کا ذکر ہو رہا تھا اثنائے گفتگو میں ایک صاحب نے فیضی کی بہت تعریف کی مرزا نے کہا ’’فیضی کو جیسا لوگ سمجھتے ہیں ویسا نہیں ہے‘‘ اس پر بات بڑھی اس شخص نے کہا فیضی جب پہلی ہی بار اکبر کے روبرو گیا تھا اس نے ڈھائی سو شعر کا قصیدہ اسی وقت ارتجالاً کہہ کر پڑھا تھا۔

مرزا بولے ’’اب بھی اللہ کے بندے ایسے موجود ہیں کہ دو چار سو نہیں تو دو چار شعر ہر موقع پر بداہتاً کہہ سکتے ہیں۔مخاطب نے جیب میں سے ایک چکنی ڈلی نکال کر ہتھیلی پر رکھی اور مرزا سے درخواست کی کہ اس ڈلی پر کچھ ارشاد ہو۔ مرزا نے گیارہ شعر کا قطعہ اسی وقت موزوں کر کے پڑھ دیا جو کہ ان کے دیوان ریختہ میں موجود ہے۔(۱۶)

دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں جناب امتیاز علی عرشی نسخہ رامپور قدیم میں اس قطعے کا عنوان ’’قطعہ در تمدیح چکنی ڈلی کہ دوستے بر کف دست نہادہ دادہ بود‘‘ اور دیوانِ غالب کے پانچویں ایڈیشن ۱۸۶۳ء میں ’’قطعہ‘‘ لکھا ہے۔(۱۷) دیوانِ غالب مرتب حامد علی خاں میں اس کا عنوان ’’چکنی ڈلی‘‘ ہے۔(۱۸) نادم سیتاپوری نے غالب کی قدرت کلام کی داد دیتے ہوئے اس قطعے کے حوالے سے لکھا ہے ’’نظم کا بدیہی اور واقعات پر مبنی لکھنا جس قدر مشکل ہے اس کا اندازہ سخن سنج اصحاب ہی خوب کر سکتے ہیں۔ پہروں دنوں کی فکر کے بعد ایک شعر یا غزل موزوں کر دینا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ حضرت غالب کو چند تقریبوں

پر یہ کلام کہنے کا موقع ہوا اور آپ نے کہا اور خوب کہا چنانچہ آپ کے کلکتہ تشریف لے جانے پر مولوی کرم حسین صاحب نے ایک ''چکنی ڈلی'' چھالیہ پیش کر کے کہا کہ اس پر کچھ طبع آزمائی فرمایئے آپ نے فوراً ہی یہ قطعہ موزوں کیا۔'' (۱۹)

کلکتے کا جو ذکر کیا تو نے، ہمنشیں
اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے! ہائے (۲۰)

امتیاز علی عرشی کی رائے میں کلکتے کی ستائش میں غالب کا یہ قطعہ نسخہ رامپور قدیم ۱۸۳۳ء اور نسخہ بدایوں ۱۸۳۸ء میں بضمن غزلیات اور نسخہ دسینہ ۱۸۴۵ میں قطعات اور غزلیات دونوں جگہ درج ہوا۔ (۲۱) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''کلکتہ'' ہے۔ (۲۲) دیوانِ غالب کامل میں اسے بغیر عنوان کے ۱۸۳۳ء کے کلام کے تحت درج کیا گیا۔ (۲۳) دیوانِ غالب۔ غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی میں یہ ''قطعہ'' کے عنوان سے موجود ہے۔ (۲۴) دیوانِ غالب (نسخہ خواجہ) میں ''قطعہ بستایش کلکتہ'' ہے۔ (۲۵) غالب کے سفر کلکتہ کے بارے میں ڈاکٹر حنیف فوق نے تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''غالب کلکتے کا چار سوا چار سو میل کا طویل سفر پورے ترپین دن میں طے کر کے ۱۹ فروری ۱۸۲۸ء کے وسط میں کلکتے سے دہلی کے لیے روانہ ہوئے اور ۲۹ نومبر ۱۸۲۹ء کو دہلی واپس پہنچے اس کے بعد شدید خواہش اور اشتیاق کے باوجود، پھر کبھی انہیں کلکتے جانے کا موقع نہیں ملا۔''(۲۶)

قطعہ:

گئے وہ دن کہ نا دانستہ غیروں کی وفاداری
کیا کرتے تھے تم تقریر، ہم خاموش رہتے تھے! (۲۷)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''قطعہ'' ہے (۲۸) دیوانِ غالب (نسخہ خواجہ) میں ''قطعہ درنمایش دل آویزی گفتار'' ہے۔ (۲۹)

قطعہ:

نہ پوچھ اس کی حقیقت حضور والا نے
مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی(۳۰)

امتیاز علی عرشی نے اس قطعہ کے متعلق لکھا ہے ''چونکہ یہ قطعہ نسخہ کراچی نوشتہ ۳۰ اگست ۱۸۴۵ء میں موجود نہیں اور نسخہ مطبوعہ مئی ۱۸۴۷ء میں مندرج ہے لہٰذا اسے دونوں تاریخوں کے درمیان کا ہونا چاہیے۔''(۳۱) دیوانِ غالب نسخہ خواجہ میں اس کا عنوان ''بیسنی روٹی کی حقیقت'' ہے۔ (۳۲) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں ''بیسنی روٹی کی تعریف میں۔''(۳۳) اور دیوانِ غالب۔ غالب انسٹی ٹیوٹ میں ''قطعہ'' کے عنوان سے مندرج ہے(۳۴) دیوانِ غالب کامل میں اسے ۱۸۴۸ء کے کلام میں شامل کیا گیا ہے (۳۵) جناب امتیاز علی عرشی نے قطعے کے عنوان کی تفصیل میں لکھا ہے کہ دیوانِ غالب کے چوتھے اور پانچویں ایڈیشن میں یہ ''قطعہ'' کے عنوان سے موجود ہے۔ (۳۶) مولانا حالی نے یادگار غالب میں اسے ''شکریہ'' کا عنوان دیا ہے اور لکھا ہے ''جب بادشاہ کوئی عمدہ چیز پکواتے تھے تو اکثر مصاحبین اور اہل دربار کے لیے بطور الوش کے بھیجا کرتے تھے اس کے شکریے میں کبھی کبھی مرزا کوئی قطعہ یا رباعی بادشاہ کے حضور میں گزارتے تھے یہ قطعہ بھی اسی قبیل کا ہے۔''(۳۷) سید محمد ابوالخیر کشفی نے غالب کے اس قطعے پر طنزیہ انداز میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ''غالب کے قطعات ''مدح میں ذم'' کی بہترین مثال ہیں کبھی مغل شہنشاہ نہیں بلکہ اس کے وزیر اور امیر شاعروں کے منہ موتیوں سے بھر دیتے تھے اور غالب کے دور میں دال بھیجتے یا بیسنی روٹی۔''(۳۸)

قطعہ:

اے شہنشاہ فلک منظر بے مثل و نظیر
اے جہاندار کرم شیوہ بے شبہ و عدیل(۳۹)

غالب کے اس قطعے کو اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں ''در مدح شاہ'' کا عنوان دیا گیا(۴۰) نسخہ رضا میں اسے بعد از ۱۸۴۷ء کے کلام کے تحت درج کیا گیا۔(۴۱)

امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں کہ غالب کے تیسرے چوتھے، پانچویں ایڈیشن اور نسخہ رامپور جدید میں اسے قطعات کے عنوان کے تحت لکھا گیا۔(۴۲) دیوانِ غالب مرتب حامد علی خاں میں اس کا عنوان ''بہ حضور شاہ'' ہے۔(۴۳)

قطعہ:

منظور ہے گزارشِ احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے(۴۴)

دیوانِ غالب کانپور ایڈیشن میں اس قطعے کو ''بیان مصنف'' کا عنوان دیا گیا، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی سے طبع شدہ دیوانِ غالب میں بھی یہی عنوان ہے۔(۴۶) دیوانِ غالب مرتب حامد علی خاں میں بھی یہی عنوان رکھا گیا۔(۴۷) دیوانِ غالب (نسخہ خواجہ) میں عنوان ''منظور ہے گزارشِ احوال واقعی'' ہے۔(۴۸)

اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) میں ''گزارش احوالِ واقعی'' ہے۔(۴۹) جناب امتیاز علی عرشی نے لکھا ہے کہ دیوانِ غالب کے پانچویں ایڈیشن ۱۸۶۳ء میں اس کا عنوان ''قطعہ'' ہے۔(۵۰) غالب نے اس قطعے میں بہادر شاہ ظفر کو مخاطب کیا ہے۔ امتیاز علی عرشی کی تحقیق کی مطابق ''یہ قطعہ سب سے پہلے مولوی محمد باقر دہلوی کے اردو اخبار، جلد ۱۴، نمبر ۱۳ مورخہ ۶ جمادی الآخر ۱۲۶۸ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۸۵۲ء میں اس تمہید کے ساتھ شائع ہوا تھا ''حسب الحکم حضرت سلطانی خلد اللہ ملکہ، جو جناب نواب نجم الدولہ اسد اللہ خاں غالب اور جناب خاقانی ہند، ملک الشعراء، شیخ محمد ابراہیم خاں ذوق نے بتقریب شادی میرزا جواں بخت بہادر، مرشد زادہ آفاق کے کچھ اشعار بسبیل مبارکبادی سہرا اس ہفتے میں حضورِ سلطانی میں سر دربار گزارنے تھے، معہ چند اشعار علاوہ اس کے جو خان نجم الدولہ بہادر نے پھر گزرانے، واسطے حظ و کیفیت اپنے ناظرین اہلِ بصر و بصیرت و ماہرین و واقفین فصاحت و بلاغت کے بموجب ترتیب درپیش ہونے کے ہم بھی درجِ اخبار کرتے ہیں۔''(۵۱) مولانا عرشی کا خیال ہے کہ ''ترتیب میں پہلے غالب کا سہرا، پھر ذوق کا سہرا اور بعد ازاں یہ چھٹا

قطعہ بعنوان ''قطعہ اعتذار'' مندرج ہوا ہے۔''(۵۲)

قطعہ:

اے شہنشاہ آسماں اورنگ
اے جہاں دار آفتاب آثار(۵۳)

اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) میں اس قطعے کا عنوان ''قطعہ بابت تنخواہ'' ہے(۵۴) دیوانِ غالب مرقع چغتائی میں ''گزارش مصنف بحضور شاہ'' ہے۔(۵۵) دیوانِ غالب کانپور ایڈیشن میں بھی یہی عنوان ہے۔(۵۶) دیوانِ غالب مرتب حامد علی خاں میں بھی اسی عنوان کو رکھا گیا۔(۵۷)

دیوانِ غالب۔ غالب انسٹی ٹیوٹ میں بھی یہی عنوان رکھا گیا ہے۔(۵۸) دیوانِ غالب کامل میں اسے ۱۸۵۵ء کے عہد کے کلام میں شامل کیا گیا ہے۔(۵۹) مولانا حالی نے یادگارِ غالب میں اسے ''قطعہ'' کا عنوان دے کر لکھا ہے ''یہ وہ قطعہ ہے جو مرزا نے بادشاہ کی حضور میں اس درخواست سے گزرانا تھا کہ ان کی تنخواہ جو ششماہی گزرنے پر اکٹھی چھ مہینے کی ملا کرتی تھی وہ ماہ بماہ ملا کرے چنانچہ اس درخواست کے موافق تنخواہ ماہ بماہ ملنے لگی۔''(۶۰)

امتیاز علی نے اس قطعے کی تفصیل میں لکھا ہے کہ ''مرزا صاحب نے اپنے ایک خط مورخہ ۲ جنوری ۱۸۵۱ء میں منشی نبی بخش حقیر کو لکھا ہے اب کچھ مہینے پورے ہو چکے، جولائی سے دسمبر ۱۸۵۰ء تک۔ اب میں دیکھوں، یہ ششماہ مجھے کب ملتا ہے بعد اس کے ملنے کے، اگر آئندہ ماہ بماہ کردیں گے تو تو میں لکھوں گا ورنہ اس خدمت کو میرا اسلام ہے، ابھی بابر کا حال حضور میں بھی نہیں بھیجا، کل مسودہ تمام ہوا ہے صاف ہو رہا ہے اب صاف کر کر دیدوں گا اور ماہ بماہ کی استدعا کروں گا۔ چھماہی آخر ہونے کو تھی، اس واسطے متوجہ ہو کر میں نے اس کو تمام کیا۔''

امتیاز علی عرشی نے وضاحت کی ہے ''چونکہ مرزا صاحب اس کے بعد بھی کام کرتے رہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے جب بابر کا حال حضور میں پیش کیا تو اس

کے ساتھ یہ منظوم درخواست بھی گزرانی۔"(۶۱)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اس قطعے کے مطابق لکھا ہے "لوگ اسے مدح کہتے ہیں میں کہتا ہوں کیا انگریز کے پنشن خوار مغلیہ شہنشاؤں کی بے کسی، دہلی کے آخری حکمراں کی برائے نام شہنشاہیت، کھوکھلے اقتدار، زوال پذیر امارت اور بے نظم وضبط طرزِ حکومت پر اس سے بہتر طور پر طنز ممکن تھا۔ ان اشعار سے بادشاہ کے جلال کا نہیں بلکہ زوال کا ضرور اندازہ ہوتا ہے اب آپ اسے مدح کہیں یا طنز۔"(۶۲)

امداد امام اثر نے قطعات کے ضمن میں اس قطعے کی مثال دینے کے بعد لکھا "۔۔۔۔اس قطعہ میں جس قدر شوخی ہے محتاجِ بیان نہیں مگر راقم نے اس قطعے کو اس لیے منتخب کیا ہے کہ اس میں مرزا غالب نے بڑی قطعہ نگاری خرچ کی ہے۔۔۔۔ یہ قطعہ بہت عبرت خیز ہے۔ ظاہر ہے کہ جن سرکاروں کی یہ حالت ہو کہ ملازموں کی مزدِ خدمت وقت پر نہ ملا کرے تو بالضرور وہ چوری کریں گے یا مارے تکلیف کے بھاگ کھڑے ہوں گے۔ اربابِ مذاق سے پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ قطعہ ہجو کا ایک مبسوط پیرایہ رکھتا ہے گو ایسی نیت سے لکھا نہیں گیا۔(۶۳)

سید محمد ابوالخیر کشفی نے بھی اس قطعے کی بابت کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے "غالب کا ایک مشہور قطعہ کس شان سے شروع ہوا لیکن تمہید کس لیے باندھی گئی ہے؟ جاڑوں کی جڑاول اور ماہ بماہ تنخواہ کے لیے اس قطعہ کے باقی اشعار اس تمہید کا منہ چڑھاتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔"(۶۴)

قطعہ:

اے شاہ جہانگیر جہاں بخش جہاں دار
ہے غیب سے ہردم تجھے صدگونہ بشارت(۶۵)

اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) میں یہ قطعہ بعنوان "درمدحِ شاہ" درج ہے(۶۶) دیوانِ غالب۔ کانپور ایڈیشن میں بھی یہی عنوان ہے۔(۶۷) دیوانِ غالب مرقع

چغتائی اور دیوانِ غالب۔ غالب انسٹی ٹیوٹ میں بھی یہی عنوان دیا گیا ہے۔(۶۸) امتیاز علی عرشی کی رائے میں ''یہ قطعہ نوروز کی مبارکباد پر مشتمل ہے اور نوروز، آفتاب کے برج حمل میں داخلے پر منایا جاتا ہے۔''(۶۹) ڈاکٹر اکبر حیدری کی تحقیق کے مطابق ''دیوان کے سبھی مطبوعہ نسخوں میں (جو غالب کی زندگی میں چھپے ہیں) اس قطعے کا کوئی عنوان نہیں ہے۔ غالب کے شاگرد منشی شیونرائن آرام نے باعانت منشی حکیم الدین و منشی سید غلام حنین قدر بلگرامی ''مجموعہ سخن'' حصہ دوم مطبع نولکشور ۱۸۷۲ء میں اس قطعے کا عنوان ''مدح شاہ تہنیتِ نوروز'' لکھا ہے یہی پہلی مرتبہ نسخہ مطبع احمدی میں چھپا تھا۔''(۷۰)

قطعہ:

ہے چار شنبہ آخر ماہِ صفر، چلو !!!

رکھ دیں چمن میں بھر کے مے، مشکبو کی ناند (۷۱)

امتیاز علی عرشی نے اس قطعے کی بابت تفصیل دی ہے کہ ''اس قطعے میں جس رسم کی طرف اشارہ ہے اس کی اصل یہ ہے کہ ماہ صفر کے آخری چہار شنبے کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بیمار ہوئے تھے مسلمانوں نے اس دن دعا واستغفار اور صدقہ وخیرات کرنا شروع کیا اور باغوں میں جا کر پند و وعظ کے جلسے کرنے لگے، امراء خیر خیرات کے علاوہ اپنے عزیزوں اور متوسلوں کو سنہری اور روپہلی چھلے بھی تقسیم کیا کرتے تھے۔''(۷۲)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''قطعہ'' ہے۔(۷۳) **دیوانِ غالب** کامل میں اسے ۱۸۵۵ء کے کلام کے تحت درج کیا گیا۔ (۷۴) **دیوانِ غالب**۔ الحمد پبلی کیشنز۔ لاہور میں اس کا عنوان ''چہار شنبہ آخر ماہ صفر'' دیا گیا ہے(۷۵) دیوانِ غالب مرتب حامد علی خاں میں بھی یہی عنوان ہے۔(۷۶)

قطعہ:

سہل تھا مسہل، ولے یہ سخت مشکل آپڑی

مجھ پہ کیا گزرے گی اتنے روز حاضر بن ہوئے(۷۷)

مولانا حالی نے اس قطعے کو ''مغرات'' کا عنوان دیا ہے اور لکھتے ہیں ''ایک شعر میں مسہل کے ان تمام دنوں کی تفصیل جن میں حکیم چلنے پھرنے کو منع کرتے ہیں کس عمدگی سے بیان کی ہے یہ قطعہ دربار کی غیر حاضری کے عذر میں لکھا ہے۔''(۷۸) دیوانِ غالب کامل میں اسے ۱۸۵۵ء کے کلام میں شامل کیا گیا ہے۔(۷۹) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اسے ''قطعہ'' کا عنوان دیا گیا۔(۸۰) دیوانِ غالب۔ غالب انسٹی ٹیوٹ میں بھی یہی عنوان ہے۔(۸۱) امتیاز علی عرشی نے اس قطعے کے متعلق غالب کے ایک خط کا حوالہ دیا ہے۔ مرزا صاحب نے ۹ مارچ ۱۸۵۲ء کو ایک خط منشی نبی بخش حقیر کو لکھا تھا اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''حکیم احسن اللہ خاں میرے چارہ گر ہیں انہوں نے فرمایا کہ آمد فصل تو ہے تو مسہل لے ڈال چنانچہ دس بارہ منضج اور تین مسہل ہوئے، کل تیسرا مسہل تھا آج تبرید پی کر تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔''

پھر ۱۸ مارچ ۱۸۵۳ء کو انہیں کو تحریر فرماتے ہیں کہ ''مسہل میں نے اس واسطے لیا تھا کہ میرے اعضاء میں درد رہتا تھا اور فضول معدے میں جمع ہو گئے تھے سو عنایتِ ایزدی سے مقصود حاصل ہو گیا۔''(۸۲)

قطعہ:

افطارِ صوم کی کچھ، اگر، دستگاہ ہو
اس شخص کو ضرور ہے، روزہ رکھا کرے (۸۳)

مولانا حالی نے اسے ''شوخی'' کا عنوان دیا ہے اور لکھا ہے ''مرزا ایک خط میں لکھتے ہیں کہ یہ قطعہ بھی رمضان کے مہینے میں بادشاہ کے حضور میں پڑھا گیا تھا جس کو سن کر بادشاہ اور تمام مصاحبین جو دربار میں موجود تھے بے اختیار ہنس پڑے۔''(۸۴)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اسے ''قطعہ'' کا عنوان دیا گیا۔(۸۵) دیوانِ غالب کامل میں اسے ۱۸۵۴ء کے عہد میں شامل کلام کیا گیا۔(۸۶) دیوانِ غالب۔ الحمد پبلی کیشنز لاہور میں ''یہ روزہ'' کے عنوان سے شامل ہے۔(۸۷) دیوانِ غالب مرتب

حامد علی خاں میں بھی یہی عنوان ہے۔(۸۸)

قطعہ:

سیہ گلیم ہوں، لازم ہے، میرا نام نہ لے!
جہاں میں جو کوئی فتح وظفر کا طالب ہے (۸۹)

جبکہ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں یہ ''قطعہ'' کے عنوان سے درج ہے(۹۱) دیوانِ غالب کامل میں اسے ۱۸۵۵ء کے دور میں شامل کیا گیا(۹۲)

قطعہ:

خُجستہ انجمن طوے میرزا جعفر!!!
کہ جس کے دیکھے سے سب کا ہوا ہے جی محظوظ(۹۳)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''قطعہ'' ہے (۹۴) دیوانِ غالب غالب انسٹی ٹیوٹ میں یہ ''قطعہ تاریخ'' ہے (۹۵) دیوانِ غالب کامل میں اسے ۱۸۵۴ء کے دور میں شامل کیا گیا(۹۶)

قطعہ:

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی
ہوا بزمِ طرب میں رقصِ ناہید(۹۷)

دیوانِ غالب۔غالب انسٹی ٹیوٹ میں اس کا عنوان ''قطعہ تاریخ دیگر'' ہے۔(۹۸)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں ''قطعہ'' ہے(۹۹) دیوانِ غالب کامل میں اسے ۱۸۵۴ء کے عہد میں رکھا گیا ہے۔(۱۰۰)

قطعہ:

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہیں
دربار دار لوگ بہم آشنا نہیں(۱۰۱)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں یہ ''قطعہ'' کے عنوان سے درج ہے (۱۰۲)

دیوانِ غالب کامل میں اسے ۱۸۵۵ء کے کلام میں رکھا گیا ہے۔(۱۰۳)
مولانا حالی نے اسے ''شوخی'' کا عنوان دے کر لکھا ہے ''بادشاہ کے دربار کا آداب تھا کہ آپس میں جو وہاں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے تو ماتھے پر ہاتھ رکھنے کی جگہ دایاں ہاتھ دائیں کان پر رکھ لیتے تھے چونکہ اردو محاورے میں کانوں پر ہاتھ دھرنے کے بعد یہ معنی ہیں کہ ہم آشنا نہیں اسلیئے مرزا نے اس کو اس پیرائے میں بیان کیا ہے۔'' (۱۰۴)

قطعہ:

بسکہ فعّال ما یرُید ہے آج
ہر سلح شور انگلستاں کا(۱۰۵)

جناب امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں ''یہ قطعہ اردوے معلیٰ ۱۰ھ۱ میں علائی کے نام کے ایک خط کے ساتھ بغیر کسی حوالے کے چھپا ہے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے متعلق ہے۔''(۱۰۶) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اسی حوالے سے اسے ''۱۸۵۷ء'' کا عنوان دے دیا گیا ہے(۱۰۷) دیوانِ غالب کامل میں بھی ۱۸۶۷ کے دور شاعری میں شامل کیا گیا۔(۱۰۸)

سید محمد ابوالخیر کشفی نے اس قطعے کے متعلق لکھا ہے ''۱۸۵۷ء سے متعلق غالب کا قطعہ جو اب خاصا مقبول و مشہور ہو چکا ہے اور ان کے دیوان کے نئے ایڈیشنوں میں شامل کرلیا گیا ہے ایک خط کا حصہ تھا۔ یہ قطعہ علاؤالدین علائی کے نام ۱۸۵۸ء کے ایک خط میں مرزا نے لکھ بھیجا تھا۔ یہ ۱۸۵۷ء ۱۸۵۸ء کی دلی کا نقشہ جو اجمالی ہے لیکن اپنے دامن میں کتنی ہی تفاصیل کو چھپائے ہوئے ہے۔ شہر کا ہر ذرہ مسلمان کے خون کا پیاسا تھا اور کوئی موضوع سخن سوائے اپنے مصائب کے نہیں رہ گیا تھا۔''(۱۰۹)

قطعہ:

اٹھا اک دن بگولا سا جو کچھ میں، جوش وحشت میں
پھرا آسیمہ سر، گھبرا گیا تھا جی بیاباں سے(۱۱۰)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''طائرِ دل'' ہے(۱۱۱) دیوانِ غالب کامل میں یہ ۱۸۱۰ء کے کلام میں شامل ہے(۱۱۲) امتیاز علی عرشی نے قطعے کے حواشی میں لکھا ہے ''مولانا نظامی بدایونی مرحوم نے اپنی شرحِ دیوانِ غالب میں اس قطعے اور قطعہ نمبر ۳ کے متعلق لکھا ہے کہ سب سے پہلے ان قطعات کا اضافہ طبع سوم میں اس ریمارک کے ساتھ ہوا تھا کہ بعض نقادانِ سخن ان قطعات کے طرز بیان کو جو حضرات غالب کے رنگ سے جداگانہ سمجھتے ہیں اس پر طبع سوم کے ناظرین سے بعض اہل الرائے حضرت نے شکایت کی کہ ان قطعات کو دیوانِ غالب میں جگہ دینا غالب کے کلام کی توہین کرنا ہے ہم نے نواب عمادالملک (میجر سید حسن بلگرامی کے بھائی) سے ان کے متعلق دریافت کیا۔ وہ فرمانے لگے کہ وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ غالب کے مصنفہ ہیں انہوں نے اپنے ایک بزرگ سے سنے تھے، جو ان کو غالب سے منسوب کرتے تھے ممکن ہے کہ یہ غالب کا ابتدائی کلام ہو۔''(۱۱۳)

قطعہ:

ایک اہل درد نے سنسان جو دیکھا قفس
یوں کہا: آتی نہیں کیوں اب صدائے عندلیب؟(۱۱۴)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اسے قطعہ کا عنوان دیا گیا(۱۱۵) دیوانِ غالب کامل میں اسے تقریباً ۱۸۰۱ء کے کلام میں شمار کیا گیا(۱۱۶) امتیاز علی عرشی کی معلومات کے مطابق یہ قطعہ فریاد دہلی ۸۰: نظامی پریس کے بدایوں ۱۹۳۱ء میں بھی شائع ہوا(۱۱۷) یقیناً وہاں بھی اسے کوئی عنوان نہ دیا گیا ورنہ عرشی صاحب اس کا ذکر ضرور کرتے۔

قطعہ:

اس کتاب طرف نصاب نے جب
آب و تاب انطباع کی پائی(۱۱۸)

یہ قطعہ تاریخ جس سے ۱۲۷۷ھ نکلتے ہیں، میر محسن علی لکھنوی متوفی قبل سنہ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) کے تذکرہ سراپا سخن کے انطباع کا ہے اور اس کتاب کے صفحہ ۲۹۳ پر اس

عنوان کے ساتھ چھپا ہے: قطعہ تاریخ مرزا اسداللہ خاں صاحب غالب دھلوی۔'' (۱۱۹)

اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان ''تاریخ تذکرہ سراپا سخن'' ہے (۱۲۰) دیوانِ غالب۔ نسخہ اکیڈمی میں عنوان ''قطعہ تاریخ'' ہے (۱۲۱)

قطعہ:

سلیم خاں کہ وہ ہے نو چشم واصل خاں
حکیم حاذق و دانا ہے، وہ لطیف کلام (۱۲۲)

امتیاز علی خاں عرشی نے لکھا ہے ''یہ قطعہ حکیم محمد سلیم خاں بن حکیم محمد عظیم خاں بن حکیم عبداللطیف خاں دھلوی کی کتاب موسوم بہ ''تکشیفِ حکمت'' کے اختتام کی تاریخ کا ہے اس کے مادہ تاریخ سے ۱۲۷۹ء (۱۸۶۲ء) نکلتے ہیں یہ کتاب پہلی بار ۱۲۸۵ھ (مارچ ۱۸۶۹ء) میں اور دوسری بار جولائی ۱۸۸۵ء میں منشی نولکشور کے مطبع میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔ یہاں یہ قطعہ پہلی طباعت کے صفحہ ۱۸۸ سے نقل کیا گیا ہے اس میں قطعے کا عنوان ہے: قطعہ تاریخ اختتام کتاب از نتائج افکار سر آمد فارسی دانانِ ایران، سلطان الشعراء ھندوستان اعنی نجم الدولہ دبیر الملک اسداللہ خان بہادر نظام جنگ۔ (۱۲۳)

دیوانِ غالب۔ نسخہ اکیڈمی میں اس کا عنوان ''قطعہ تاریخ اختتام کتاب'' ہے (۱۲۴)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں ''قطعہ تاریخ کتاب'' ''یکمشت حکمت'' ہے۔ (۱۲۵)

قطعہ:

خوشی ہے یہ آنے کی برسات کے
پئیں بادۂ ناب اور آم کھائیں (۱۲۶)

امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں ''یہ قطعہ نواب علاؤالدین احمد خان بہادر علائی والئی لوہارو کی بیاض (ورق ۴۳ الف) سے نقل کیا گیا ہے وہاں عنوان ہے: از مولانا غالب بہ علائی بسوئے لوہارو۔'' (۱۲۷)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس قطعے کو ''لوہارو آنے کی دعوت کے جواب میں'' کا عنوان دیا گیا ہے (۱۲۸) دیوانِ غالب۔ نسخہ اکیڈمی میں ''خط منظوم بنام علائی'' لکھا ہے (۱۲۹) اردوئے معلیٰ میں ''خط بہ نام نواب علاؤ الدین خاں صاحب'' کا عنوان موجود ہے۔ (۱۳۰)

ڈاکٹر اکبر حیدری نے مخطوطہ دیوانِ غالب (نسخہ سری نگر) کا کشمیر یونیورسٹی اقبال لائبریری میں مطالعہ کرنے کے بعد لکھا ہے ''صفحہ ۷۸ میں مثنوی کے اختتام پر قطعات شروع ہوتے ہیں۔ کسی قطعے کے اوپر کوئی عنوان نہیں موجود ہے۔ یہ سلسلہ ص ۸۴ تک ہے۔ چھوٹے بڑے قطعات کی تعداد ۱۶ ہے۔'' (۱۳۱) اردو کلاسیکی شاعری میں غالب کے یہ قطعات اختلافی عنوانات کے باوجود اپنی اہمیت رکھتے ہیں غالب نے بیانیہ شاعری کے لیے قطعہ کی صنف کو سلیقے سے استعمال کیا کہ وہ افسانے کی طرح وحدتِ زمان و مکان اور وحدتِ تاثر کی عمدہ مثال بن گئے۔ ''چکنی ڈلی'' پر ان کا قطعہ اس کی بہترین مثال ہے۔

حواشی

۱۔ شان الحق حقی، فرہنگ تلفظ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان بار اول ۱۹۹۵ء ص ۷۴۵

۲۔ امداد امام اثر، کاشف الحقائق، مرتب، ڈاکٹر وہاب اشرفی، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۰۳ء ص ۵۲۹

۳۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) مرتب عرشی، امتیاز علی خاں، لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع دوم، دسمبر ۲۰۱۱ء ص ۱۳۱

۴۔ ایضاً، ص ۳۵۰

۵۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، لاہور، مجلس ترقی ادب، اشاعت اول، فروری ۲۰۱۲ء ص ۱۵۶

۶۔ علی جواد زیدی، تاریخ مشاعرہ، نئی دہلی، شان ہند پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء ص ۹۳

۷۔ غالب کے خطوط، ۳، مرتب خلیق انجم، دلی، ۱۹۸۷ء ص ص ۱۲۴۔۱۲۵

۸۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی)، عرشی، امتیاز علی خاں، لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع دوم دسمبر ۲۰۱۱ء، ص ص ۱۳۲۔۱۳۱

۹۔ دیوانِ غالب کامل۔۔تاریخی ترتیب کے ساتھ: مرتبہ کالی داس گپتا رضا، ص ۳۰۵

۱۰۔ دیوانِ غالبؔ مرقع چغتائی، لاہور، ایوان اشاعت، س،ن

۱۱۔ دیوانِ غالبؔ، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ فروری ۱۹۸۶ء ص ۲۰۱

۱۲۔ دیوانِ غالبؔ، چوتھا ایڈیشن، کانپور، مطبع نظامی، جون، جولائی ۱۹۶۲ء (عکسی) ص ۹۵

۱۳۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) مرتبین اشرف، ڈاکٹر محمد خاں، عظمت رباب، ڈاکٹر، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص ۳۳۶

۱۴۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ خواجہ) مرتب، معین الرحمٰن، ڈاکٹر، لاہور الوقار پبلی کیشنز، ص ۱۱۷۔۱۱۸

۱۵۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ خواجہ) ص ۲۱۰

۱۶۔ حالی، مولانا الطاف حسین، یادگار غالب، لاہور، ص ص ۳۸، ۳۹

۱۷۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص ۱۳۱

۱۸۔ دیوانِ غالبؔ مرتب حامد علی خاں، لاہور، الفیصل، جنوری ۲۰۰۷ء، ص ۲۲۴

۱۹۔ نادم سیتاپوری، غالب نام آورم، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، جولائی ۱۹۷۰ء، ص ۲۸۳

۲۰۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص ۱۳۳

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۳۳

۲۳۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص ۳۰۶

۲۴۔ دیوانِ غالبؔ، غالب انسٹی ٹیوٹ، ص ۲۰۱

۲۵۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ خواجہ) ص ۲۰۸

۲۶۔ حنیف فوق، غالب احوال و آثار، ص ص ۸۲، ۸۳

۲۷۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص ۱۳۳

۲۸۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۳۰

۲۹۔ دیوان غالب (نسخہ خواجہ) ص ۱۱۶

۳۰۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص ۱۳۴

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ خواجہ) ص ۱۱۸

۳۳۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۲۷

۳۴۔ دیوانِ غالبؔ، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، ص۲۰۳

۳۵۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۳۱۸

۳۶۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۱۳۴

۳۷۔ حالی، مولانا الطاف حسین، یادگارِ غالب، ص(۱۷۰)

۳۸۔ کشفی، سید محمد ابوالخیر، اردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر، لاہور، نشریات، ۲۰۰۷ء، ص۲۱۱

۳۹۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۱۳۴

۴۰۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخۂ اشرف) ص۳۲۲

۴۱۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۳۶۴

۴۲۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۱۳۴

۴۳۔ دیوانِ غالبؔ مرتب، حامد علی خاں، ص ۲۲۱

۴۴۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۱۳۵

۴۵۔ دیوانِ غالبؔ، کانپور ایڈیشن، ص۹۶

۴۶۔ دیوانِ غالبؔ، غالب انسٹی ٹیوٹ، ص۲۰۳

۴۷۔ دیوانِ غالبؔ مرتب، حامد علی خاں، ص۲۲۷

۴۸۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ خواجہ) ص۱۱۹

۴۹۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخۂ اشرف) ص۳۳۰

۵۰۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۱۳۵

۵۱۔ ایضاً، ص۱۳۶

۵۲۔ ایضاً، ص۱۳۷

۵۳۔ ایضاً

۵۴۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخۂ اشرف) ص۳۱۹

۵۵۔ دیوانِ غالبؔ، مرقع چغتائی، لاہور، ایوانِ اشاعت، س ن

۵۶۔ دیوانِ غالبؔ، کانپور ایڈیشن، ص۹۹

۵۷۔ دیوانِ غالبؔ مرتبہ حامد علی خاں، ص۲۳۱

۵۸۔ دیوانِ غالبؔ، غالب انسٹی ٹیوٹ، ص۲۰۷

۵۹۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۳۷۴

۶۰۔ حالی، الطاف حسین، یادگار غالب ص۱۶۸

۶۱۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۱۳۷

۶۲۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو کے چار بڑے شاعر، لاہور، الوقار پبلی کیشنز ۲۰۱۰ء، ص۲۲۷

۶۳۔ امداد امام اثر، کاشف الحقائق، ص ص۵۴۱۔۵۴۲

۶۴۔ کشفی، سید محمد ابوالخیر، اردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر، ص۲۱۱

۶۵۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۱۴۰

۶۶۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص۲۲۰

۶۷۔ دیوانِ غالبؔ کانپور ایڈیشن، ص۹۸

۶۸۔ دیوانِ غالبؔ، غالب انسٹی ٹیوٹ، ص۲۰۶

۶۹۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۱۴۰

۷۰۔ اکبر حیدری، ڈاکٹر، غالبیات کے چند فراموش شدہ گوشے، کراچی، ادارہ یادگار غالب، طبع اول، ۲۰۰۲ء، ص۱۵۹

۷۱۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۱۴۶

۷۲۔ ایضاً

۷۳۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص۳۱۸

۷۴۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۳۷۶

۷۵۔ دیوانِ غالبؔ، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، س،ن، ص۲۱۶

۷۶۔ دیوانِ غالبؔ مرتبہ حامد علی خاں، ص۲۲۹

۷۷۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۱۴۳

۷۸۔ حالی، الطاف حسین، یادگار غالب، ص۱۷۱

۷۹۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۳۷۲

۸۰۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۲۳

۸۱۔ دیوانِ غالبؔ، غالب انسٹی ٹیوٹ، ص ۲۱۰

۸۲۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۱۴۳

۸۳۔ ایضاً ص۱۴۴

۸۴۔ حالی، مولانا الطاف حسین، یادگارِ غالب، ص۱۷۱

۸۵۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) ص۳۲۹

۸۶۔ دیوانِ غالبؔ، ص۳۷۱

۸۷۔ دیوانِ غالبؔ، الحمد پبلی کیشنز، ص۲۱۷

۸۸۔ دیوانِ غالبؔ، مرتبہ حامد علی خاں، ص۲۳۰

۸۹۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص۱۴۴

۹۰۔ یادگارِ غالب، ص۱۷۱

۹۱۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) ص۳۳۱

۹۲۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۳۷۶

۹۳۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص۱۴۵

۹۴۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) ص۳۲۱

۹۵۔ دیوانِ غالبؔ، غالب انسٹی ٹیوٹ، ص۲۱۰

۹۶۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۳۷۱

۹۷۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص۱۴۰

۹۸۔ دیوانِ غالبؔ، غالب انسٹی ٹیوٹ، ص۲۱۰

۹۹۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف)، ص۳۱۸

۱۰۰۔ دیوانِ غالبؔ کامل ص۳۷۱

۱۰۱۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص۱۴۵

۱۰۲۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) ص۳۲۵

۱۰۳۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۳۷۶

۱۰۴۔ حالی، الطاف حسین، یادگارِ غالب، ص۱۷۰

۱۰۵۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص۳۵۰

۱۰۶۔ ایضاً

۱۰۷۔ اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) ص۳۱۵

۱۰۸۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۳۹۰
۱۰۹۔ کشفی، سید محمد ابوالخیر، اردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر، ص۳۰۰
۱۱۰۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۳۵۱
۱۱۱۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص۳۲۹
۱۱۲۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۱۳۲
۱۱۳۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۳۵۱
۱۱۴۔ ایضاً، ص۳۵۲
۱۱۵۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص۳۱۷
۱۱۶۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص۱۳۲
۱۱۷۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۳۵۲
۱۱۸۔ ایضاً، ص۳۵۴
۱۱۹۔ ایضاً
۱۲۰۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص۳۲۸
۱۲۱۔ دیوانِ غالبؔ، نسخۂ اکیڈمی، ڈی لکس ایڈیشن، نئی دلی غالب اکیڈمی ۱۹۹۳ء، ص۲۰۰
۱۲۲۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۳۵۱، ۳۵۵
۱۲۳۔ ایضاً، ص۳۵۵
۱۲۴۔ دیوانِ غالبؔ، نسخۂ اکیڈمی، ص۲۹۶
۱۲۵۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص ۳۲۶
۱۲۶۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص۳۵۶
۱۲۷۔ ایضاً
۱۲۸۔ اردو کلیات (نسخۂ اشرف) ص۳۲۶
۱۲۹۔ دیوانِ غالبؔ، نسخۂ اکیڈمی، ص۳۰۲
۱۳۰۔ اردوئے معلیٰ مرتب سید مرتضیٰ حسین فاضل حصہ دوم، لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع اول اپریل ۱۹۸۰ء، ص۱۱۱۶
۱۳۱۔ اکبر حیدری، ڈاکٹر، غالبیات کے چند فراموش شدہ گوشے، ص۱۵۹

غالب کی اردو مثنویاں

مثنوی کا شمار قدیم ترین اصناف شعر میں کیا جاتا ہے۔ ''مثنوی'' عربی لفظ ہے، ایک مسلسل نظم جس کے ہر شعر میں دونوں مصرعے ہم قافیہ اور تمام اشعار ایک بحر میں ہوتے ہیں۔ مثنوی اس لحاظ سے وسیع صنف شعر ہے کہ اس میں ہر طرح کے خیالات اور معانی و مفہوم ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد بھی مقرر نہیں عموماً مذہب، اخلاق اور تاریخی موضوعات پر اردو زبان میں مثنویاں لکھی گئیں۔ ''بحر الفصاحت'' میں ''بیانِ مثنوی'' کے تحت لکھا ہے:

> ''لغت میں مثنوی منسوب ہے مثنیٰ کی طرف مثنیٰ (میم مفتوح و سکون ثائے مثلہ و الف مقصورہ سے) دو کے معنی میں ہے جب یائے نسبت اس کے آخر میں لگائی گئی تو الف مقصورہ واوَ سے بدل گیا۔ اصطلاح میں ان اشعار کو مثنوی کہتے ہیں جن میں دو دو مصرعے باہم مقفّیٰ ہوں۔''(۱)

مثنوی کو دکنی عہد میں فروغ ملا۔ رُستمی کی خاور نامہ، نصرتی کی گلشنِ عشق، سراج کی بوستانِ خیال، ملا وجہی کی قطب مشتری اور محمود بحری کی من لگن قابل ذکر مثنویاں ہیں۔ میر حسن نے اپنی مثنوی ''سحر البیان'' کے ذریعے ایک مخصوص عہد کی تہذیب و ثقافت کی بھرپور ترجمانی کی۔ مولانا حالی نے مثنوی کو سب سے بہتر صنف شاعری تسلیم کیا ہے۔ ''الغرض جتنی صنفیں

فارسی اور اردو شاعری میں متداول ہیں ان میں کوئی صنف مسلسل مضامین کے بیان کرنے کے قابل مثنوی سے بہتر نہیں ہے۔ یہی وہ صنف ہے جس کی وجہ سے فارسی شاعری کو عرب شاعری پر ترجیح دی جاسکتی ہے۔''(۲)

اردو کے استاد شعراء نے مثنوی کی طرف بھی توجہ کی میر آثرؔ، میر تقی میرؔ، میر حسنؔ، جراتؔ، مومنؔ اور غالبؔ نے اس صنف میں اپنے اپنے طرز فکر سے اظہار کے راستے تلاش کیے۔ غالب نے ہمیشہ فرسودہ مضامین وروایات سے بغاوت اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ لہذا مثنوی کے میدان میں بھی وہ اپنے ہم عصر شعراء سے الگ کھڑے نظر آتے ہیں۔ غالب کی اردو مثنویوں کی کل تعداد پانچ ہے۔ یہ سرمایہ بہت قلیل ہے۔ غالب بنیادی طور پر غزل کے شاعر تھے اور مولانا حالی کی رائے ہیں ''جن لوگوں کی طبیعت پر غزلیت کا رنگ غالب آجاتا ہے ان سے مثنوی کے فرائض اچھی طرح انجام نہیں ہوسکتے۔''(۳)

لیکن اس کے باوجود غالب اردو مثنوی کے محدود سرمائے کے ساتھ اس صنف میں اپنی الگ شناخت بنانے میں کامیاب ہوئے گو ناقدینِ ادب نے غالب کے اس قلیل سرمائے کی طرف نہایت کم توجہ کی اور وہ غالب کے فارسی سرمائے، اردو غزل اور نثر کی جانب زیادہ متوجہ ہوئے۔ غالب کی یہ اردو مثنویاں مخصوص روایتی انداز کے برعکس طویل نہیں اور نہ ہی ان میں فکر وفلسفہ کی گتھیاں سلجھائی گئی ہیں۔ غالب نے انتہائی سادہ انداز میں وقت اور حالات کے موافق موضوعات کو اپنایا اور اپنے خیالات کو سپرد قلم کیا۔ ذیل میں ان اردو مثنویوں کا تجزیہ ان کے تخلیقی پس منظر کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے تاکہ غالب کے اس محدود سرمائے کے متعلق درست حقائق تک رسائی میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

غالب کی اردو مثنوی:

ایک دن مثل پتنگ کاغذی
لے کے دل سر رشتۂ آزادگی

کو دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں ''یادگار نالہ'' میں شامل کیا گیا۔ حواشی میں امتیاز علی عرشی

لکھتے ہیں ''رسالہ اردو جولائی ۱۹۳۱ء میں ''مرزا غالب کی ایک تضمین'' کے عنوان سے یہ مثنوی شائع کی گئی تو اس کے ساتھ ایڈیٹر نے یہ تمہید لکھی: صفدر مرزا پوری مرحوم نے میرزا غالب کے بچپن کی ایک تضمین مجھے بھیجی تھی جو میرے کاغذوں میں پڑی رہ گئی اور اب شائع کی جاتی ہے...... ''ایڈیٹر

اس تمہید کے بعد صفدر مرزا پوری کی حسب ذیل عبارت نقل کی ہے جس سے اس مثنوی کی سندی حیثیت پر روشنی پڑتی ہے۔ کسی تذکرے میں کسی نے مرزا غالب کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کو بچپن میں پتنگ اُڑانے کا بہت شوق تھا اکبر آباد میں ان کی پتنگ بازی کا شہرہ تھا اس زمانے میں مرزا نے پتنگ کے تلازمے میں فارسی کے اس مشہور شعر پر بھی رشتہ در گردنم الخ بطور ترکیب بند چند شعر اردو میں لکھے تھے لیکن وہ ترکیب بند کسی کے ہاتھ نہ لگا کسی نے نقل کیا۔ محترمی مولانا حضرت زاہد سہارنپوری کے جدامجد مرحوم حاجی وزائر سید اکبر علی صاحب بلیغ، ابوظفر شاہ، آخری تاجدار دہلی کے معتمد اور وکیل تھے اور بادشاہ کی پنشن کا مقدمہ جو کمپنی سے لڑ رہا تھا اس میں اول سے آخر تک وکیل شاہی کی حیثیت سے اس زمانے میں برابر اکبر آباد میں عدالت عالیہ ہونے کی وجہ سے آتے جاتے رہتے تھے۔ خود بھی اچھے شاعر اور ذی علم تھے۔ ان کی بیاض میں یہ ترکیب بند لکھا ہوا ملا جو دلدادگانِ کلام غالب کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جسے ہمارے محترم بزرگ حضرت زاہد مدظلہ نے ہماری جدید تالیف حسنِ خیال کے لیے نقل فرما کر بھیج دیا ہے۔ (۴)

غالب کو پتنگ اُڑانے کا شوق بچپن سے ہی تھا اس بات کی تصدیق ان کے ایک خط سے بھی ہوتی ہے۔ ۱۹ اکتوبر ۱۸۵۸ء میں منشی شیونرائن آرام کو لکھتے ہیں:

> ''ہماری بڑی حویلی وہ ہے کہ جواب لکھی چند سیٹھ نے مول لی ہے اس کے دروازے کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی اور پاس اس کے ایک ''کٹھیا والی حویلی'' اور سلیم شاہ کے تکیہ کے پاس دوسری حویلی اور ''کالے محل'' سے لگی ہوئی ایک اور حویلی اور اس سے آگے بڑھ کر

ایک کٹڑا کہ وہ گڈریوں والا کہلاتا تھا اس کٹڑے کے ایک کوٹھے پر
میں پتنگ اڑاتا تھا اور راجا بلوان سنگھ سے پتنگ لڑا کرتے تھے۔ (۵)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں یہ مثنوی ''مثنویات'' کی ذیل میں پہلے نمبر پر موجود ہے اور اس کا عنوان ''رشتہ در گردنم'' ہے۔ (۶) جناب کالی داس گپتا رضا کے مرتب کردہ دیوانِ غالبؔ کامل میں اسے ''مثنوی'' کے عنوان سے ۱۸۰۷ء کے عہد کلام میں شامل کیا گیا۔ (۷)

ان تینوں نسخوں میں مثنوی کے اشعار کی تعداد گیارہ ہے۔ مثنوی کا تیسرا شعر دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں اس طرح درج ہے:

میں کہا، اے دل ، ہوائے دلبراں
بسکہ تیرے حق میں رکھتی ہے زِیاں (۸)

دیوانِ غالبؔ کامل میں اختلاف نسخ ملاحظہ ہو

میں کہا، اے دل ہوائے دل براں
بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زباں (۹)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں یہ شعر نسخہ عرشی کے مطابق ہے۔ (۱۰)
جناب کالی داس گپتا رضا نے اپنے مضمون ''غالب کا اولین اردو منظوم کلام'' میں لکھا ہے:

''جناب عرشی مرحوم نے مہر مرحوم کی پیروی کرتے ہوئے 'بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زباں' کی جگہ 'بس کہ تیرے حق میں رکھتی ہے زیاں'' لکھا ہے میرے خیال میں چونکہ زاہد سہارن پوری مرحوم نے مثنوی اصل بیاض سے نقل کر کے صفدر مرزا پوری کو بھیجی تھی جو سب سے آخر میں صفدر مراز پوری کی زیر نگرانی ان کی مولفہ کتاب 'حسن خیال' میں چھپی اس لیے تمام متنوں پر حسن خیال ہی کے متن کو ترجیح دینی چاہیے

۔میں نے دیوانِ غالب کامل میں اسی متن کو جائز رکھا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ دونوں متنوں میں سے اچھا کون لگتا ہے تو اس کا حق ہمیں نہیں پہنچتا۔ مثنوی بچپن میں کہی گئی تھی اس لیے اس میں کھوٹا کھرا چھانٹنا عبث ہے۔''(۱۱)

کالی داس گپتا رضا نے اس مثنوی کے عہدِ فکر کا تعین کرنے کے لیے جو تفصیل دی ہے وہ ملاحظہ ہو:

''حالی، بہاری لال مشتاق شاگرد غالب کی زبانی روایت بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ مثنوی غالب نے آٹھ نو سال کی عمر میں کہی تھی۔ صفدر مرزا پوری بتاتے ہیں کہ یہ کلام مرزا کے بچپن میں پتنگ اُڑانے کے زمانے کا ہے اور کہ ''بچپن کی زبان ہے'' اور مثنوی کے مطالعے کے بعد یہ تسلیم کیے ہی بنتی ہے۔ مرزا ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء کو پیدا ہوئے اب اگر آٹھ نو سال کو دس سال تسلیم کر لیا جائے تو اس کلام کا زمانہ فکر ۱۸۰۷ء ہوا گویا غالب کا اولین اردو منظوم کلام جو ہم تک پہنچا وہ یہی ہے اور دس سال کی عمر یعنی ۱۸۰۷ء کا کہا ہوا ہے۔''(۱۲)

کالی داس گپتا رضا نے مثنوی کے آخری فارسی شعر

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می بُرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

کے متعلق لکھا ہے ''حالی ۱۸۹۷ء اور بہاری لال مشتاق (اس سے بھی کئی برس پہلے) اسے کسی استاد کا شعر بتاتے ہیں۔ صفدر مرزا پوری مرحوم بھی اسے کسی کا فارسی شعر کہتے ہیں۔ غلام رسول مہر اور مولانا عرشی مرحوم بھی شعر کے خالق کے بارے میں خاموش ہیں۔''(۱۳)

کالی داس گپتا رضا نے اسی مضمون میں مثنوی کے متعلق مولانا مہر کے تصرفات بھی واضح کیے ہیں۔

رسالہ اردو	حسن خیال	غالب از مہر	غالب از مہر
بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زباں	بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زباں	بس کہ تیرے حق میں رکھتی ہے زیاں	بس کہ تیرے حق میں رکھتی ہے زیاں
گورے پنڈے پر نہ کر ان کے نظر	گورے پنڈے پر نہ کر ان کے نظر	گورے پنڈے پر نہ ان کے کر نظر	گورے پنڈے پر نہ ان کے کر نظر
اب تو مل جائے گی ان سے تیری سانٹھ	اب تو مل جائے گی تیری ان سے سانٹھ	اب تو مل جائے گی ان سے تیری سانٹھ	اب تو مل جائے گی ان سے تیری سانٹھ
ایک دن تجھ کو لڑا دیں گے کہیں	ایک دن تجھ کو لڑا دیں گے کہیں	ایک دن تجھ کو اڑا دیں گے کہیں (۱۴)	ایک دن تجھ کو اڑا دیں گے کہیں (۱۴)

امتیاز علی عرشی اور کالی داس گپتا رضا نے اس مثنوی کے بارے میں مولانا حالی کے بیان کو پیش نظر رکھا ہے۔حالی لکھتے ہیں:

> ''منشی بہاری لال مشتاق کا بیان ہے کہ لالہ کنہیا لال ایک صاحب آگرے کے رہنے والے جو مرزا صاحب کے ہم عمر تھے ایک بار دلی میں آئے اور مرزا صاحب سے ملے تو اثنائے کلام میں ان کو یاد دلایا کہ جو مثنوی آپ نے پتنگ بازی کے زمانے میں لکھی تھی وہ بھی آپ کو یاد ہے انہوں نے انکار کیا۔لالہ صاحب نے کہا: وہ اردو مثنوی میرے پاس موجود ہے چنانچہ انہوں نے وہ مثنوی مرزا کو لا کر دی اور وہ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔اس کے آخر میں یہ فارسی شعر کسی استاد کا پتنگ کی زبان سے لاحق کر دیا تھا۔''(۱۵)

محققین کے نقطہ نظر سے غالب کی اس مثنوی کو جو لڑکپن میں کہی گئی غالب کے

اولین منظوم کلام میں ہی شمار کیا جانا چاہیے۔مثنوی اپنے موضوع اور اسلوب میں توازن اور ہم آہنگی رکھتی ہے۔کلام غالب کے اس اولین نمونے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

غالب کی اردو مثنوی:

ہاں، دل دردمندِ زمزمہ ساز
کیوں نہ کھولے درِ خزینہ راز

دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں حصہ نوائے سروش میں شامل ہے اور ۳۳ اشعار پر مشتمل ہے۔امتیاز علی عرشی نے اسے کوئی عنوان نہیں دیا اور ''مثنوی'' لکھا ہے [۱۶] جبکہ دیوانِ غالب مطبع نظامی کانپور ۱۸۶۲ء (عکسی) کے چوتھے ایڈیشن میں اس کا عنوان ''درصفت انبہ'' ہے [۱۷] دیوانِ غالب مرقع چغتائی میں بھی یہی عنوان ہے۔[۱۸] کالی داس گپتارضا نے اس مثنوی کو ۱۸۵۵ء کے کلام میں شمار کیا ہے اور اسے مثنوی کے عنوان کے تحت رکھا ہے۔[۱۹]

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں بھی اس کا عنوان ''درصفت انبہ'' ہے اور تعداد اشعار بھی ۳۳ ہے [۲۰] دیوانِ غالب مرتب حامد علی خاں میں بھی مثنوی کا یہی عنوان ہے۔[۲۱]

مثنوی کے عہد فکر کے تعین سے متعلق امتیاز علی عرشی نے مثنوی کے درج ذیل اشعار کی بابت رائے دی ہے

خاص وہ آم جو نہ ارزاں ہو
نو بر نخل باغِ سلطاں ہو
وہ کہ ہے والئی ولایتِ عہد
عدل سے اس کے ہے حمایتِ عہد
فخرِ دین، عزِ شان، و جاہِ جلال
زینتِ طینت و جمالِ کال

''اس سے ولی عہد سلطنت، شہزادہ غلام فخر الدین عرف میرزا فخرو متوفی ۱۰ جولائی ۱۸۵۶ء کی طرف اشارہ ہے جو ان کے شاگرد اور مربّی تھے لہٰذا مثنوی کو اس تاریخ سے پہلے کا ہونا چاہیے۔(۲۲)

غالب نے اس مثنوی میں اپنے پسندیدہ پھل آم کی خوبی اور خاصیت کا تذکرہ کیا ہے اور ولی عہد شہزادہ غلام فخر الدین عرف میرزا فخرو کے سدا مہربان رہنے کی دعا بھی کی ہے۔ مثنوی میں غالبؔ نے فارسی الفاظ و تراکیب کا بہت استعمال کیا ہے اور مختلف امثال سے پھلوں کے بادشاہ آم کے خصائص گنوائے ہیں کسی فکر و فلسفہ کے بغیر مختلف انداز میں غالب نے مثنوی میں اظہار خیال کیا ہے۔

مثنوی:

مژدہ اے رہروانِ راہ سخن

پایہ سنجانِ دستگاہ سخن

دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں ''یادگار نالہ'' میں مثنویات کی ذیل میں دوسرے نمبر پر موجود ہے۔(۲۳) امتیاز علی عرشی نے حواشی میں لکھا ہے ''یہ مثنوی قاضی عبدالودود صاحب نے مآثرِ غالب میں اس تمہید کے ساتھ شائع کرائی تھی ''پنج آہنگ کی اشاعت اول کے نسخے نہایت کمیاب ہیں اس کا منظوم اشتہار سعد الاخبار آگرہ (۱۲ مارچ ۱۸۴۹ء) میں چھپا تھا۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد علی الترتیب یہ عبارتیں تھیں (۱) نقل اشتہار منظوم طبع پنج آہنگ مصنفہ حضرت مرزا اسد اللہ خاں صاحب بہادر غالب جو اپریل کے مہینے میں قیمت بھیج دے تین روپے اور جو بعد اس کے بھیجے گا چار روپے دینے پڑیں گے (۲) مخفی تر ہے کہ یہ اشتہار دہلی سے بہ سبیل ڈاک میرے ایک مخدوم والا شان نے واسطے درج کرنے اخبار کے میرے پاس بھیجا، غلام نجف خاں جن کے نام سے یہ اشتہار ہے غالب کے شاگرد تھے (خطوط ۲۲۰۱ و ۲۳۲) لیکن یہ تلمذ ظاہراً فارسی پڑھنے تک محدود تھا۔ شاعر کی حیثیت سے ان کا ذکر کہیں نظر نہیں آیا۔ اشتہار غالب کی طرز میں ہے اور قریب بہ یقین ہے کہ انہیں کا لکھا ہوا ہے غالب

کے لیے خودستائی کوئی نئی بات نہیں اور اشتہار کی تو ذمہ داری بھی ان کے سر نہیں۔"

(آثار غالب ۷ و ۴۵ و رسالہ جامعہ دہلی فروری ۱۹۶۱ء)(۲۴)

کالی داس گپتا رضا نے اس مثنوی کو "قطعہ" کا عنوان دے کر ۱۸۴۹ء کے کلام میں شمار کیا ہے۔ اشعار کی تعداد یہاں بھی ۳۳ ہے۔ فٹ نوٹ میں لکھتے ہیں "منظوم اشتہار" سعد الاخبار، آگرہ ۱۲ مارچ ۱۸۴۹ء۔ یہ اشتہار غالب کے شاگرد غلام نجف خاں کے نام سے چھپا تھا۔"(۲۵)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں مثنوی کا عنوان "پنج گنج کا منظوم اشتہار" ہے اور اسے مثنویات کی ذیل میں چوتھے نمبر پر رکھا گیا ہے۔(۲۶)

مثنوی "قادر نامہ" ۱۳۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں اسے "یادگار نالہ" میں شامل کیا گیا(۲۷) جبکہ کالی داس گپتا رضا نے اسے ۱۸۵۶ء کے عہدِ کلام میں شامل کیا اور نیچے فٹ نوٹ میں لکھا ہے۔

"قادر نامہ از غالب پہلا ایڈیشن ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۶ء) در مطبع سلطانی دہلی(۲۸)

امتیاز علی عرشی نے "قادر نامہ" کے حواشی میں بالتفصیل لکھا ہے "یہ مثنوی جو خالق باری کی طرز پر لکھی گئی ہے قادر نامے کے نام سے پہلے مطبع سلطانی دہلی ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۶ء) میں اور پھر مجلس پریس دہلی میں کنھیا لال کے اہتمام سے ۲۲ محرم ۱۲۸۰ھ (جولائی ۱۸۶۳ء) کو بھی چھپی تھی۔ رضا لائبریری رامپور میں دوسرا ایڈیشن بالاصل اور پہلے ایڈیشن کی نقل مطبوعہ کراچی محفوظ ہے۔ مرزا صاحب کے اپنے کلام میں قادر نامے کا تذکرہ نہیں ملتا لیکن اس کے کلامِ غالب ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں کیونکہ یہ کتاب ان کی زندگی میں ان کے نام سے دوبارہ شائع ہو چکی تھی۔ علاوہ ازیں ہماری زبان ۱۸ اگست ۱۹۶۱ء میں حسب ذیل شعر شائع ہوئے ہیں

از کرمہائے الٰہی رفعتاً ختم شد عباس نامہ ، مرحبا
از کلام حضرت استادِ من غالب سحرالبیان جادو سخن

ہست بر این ، نہج قادرنامہ نظم　　من تتبع کردہ ام ، اے نورِ چشم
آن کلام و این کلامم یادگیر　　ہر دو را انگار تگ شہد و شیر

یہ اشعار مولوی محمد عباس رفعت بھوپالی کے عباس نامے کے خاتمے کے ہیں جو غالب کے شاگرد تھے اس لیے ان کا قادر نامے کو غالب کی تالیف قرار دینا ہوائی بات نہیں ہو سکتی۔''(۲۹)

امتیاز علی عرشی نے مزید تفصیل میں لکھا ''شوکت بھوپالی نے بھی انشائے نور چشم ۴۶ میں اسے غالب کی تصنیفات میں شمار کیا ہے۔ امیر مینائی مرحوم بڑے ثقہ راوی اور غالب کے معاصر ہیں وہ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ مرزا غالب مرحوم کا ''قادر نامہ'' میری نظر سے گزرا ہے (خطوط امیر: ۲۸۶) نیز انہوں نے انتخابِ یادگار ۲۴۱ میں بھی اسے بذیل تالیفاتِ غالب درج کیا ہے۔

مولوی عبدالحق مرحوم نے میرن صاحب پر ایک مقالہ رسالہ اردو (جولائی ۱۹۳۶ء) میں لکھا تھا۔ اس میں انہوں نے میرن صاحب کے حوالے سے لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ کتاب باقر علی خان اور حسین علی خاں کے لیے لکھی تھی'' (ذکرِ غالب، ۲۱۵، طبع چہارم)(۳۰)

''قادر نامہ'' اپنے عہد میں بہت مقبول ہوا حافظ محمود شیرانی کی رائے میں ''قادرنامہ'' گزشتہ صدی میں بے حد مقبول تھا۔''(۳۱)

''قادرنامہ'' کے نام سے متعلق ڈاکٹر جمیل جالبی نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''اس کتاب کا نام قادر نامہ اس لیے رکھا کہ اس کتاب کا پہلا شعر لفظ 'قادر' سے شروع ہوتا ہے اور اس قسم کی نصابی کتابوں کو پہلے لفظ سے موسوم کرنے کی روایت قدیم سے چلی آتی ہے مثلاً مشہور و معروف 'خالق باری' کا پہلا مصرعہ 'خالق باری سرجن ہار'

ہے 'رازق باری' کا پہلا مصرعہ 'رازق باری حق ہے جان' واحد
باری کا پہلا مصرعہ 'واحد باری ایکو سائیں' ہے۔''(۳۲)

کچھ عرصہ قبل تک ''قادر نامہ'' کے متعلق یہ خیال تھا کہ یہ غالب کی تصنیف نہیں غلام رسول مہر نے لکھا ''پبلشر کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب غالب کی تصنیف ہے لیکن مجھے اس میں کلام ہے۔ (۳۳) لیکن ڈاکٹر جمیل جالبی نے غلام رسول مہر کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا وہ لکھتے ہیں:

''انہوں نے یہ رائے ۱۸۷۳ء کے چھپے ہوئے نسخے کے پیش نظر قائم کی تھی لیکن اب جب کہ اس کے دو مطبوعہ نسخے اور دریافت ہو چکے ہیں جو خود غالب کی زندگی میں شائع ہوئے تھے تو اس کے بعد شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ ایک نسخہ ۱۲۷۲ھ کا ہے جس پر یہ عبارت درج ہے کہ ''قادر نامہ تصنیف کیا ہوا، نجم الدولہ مرزا اسد اللہ خاں بہادر تخلص بہ غالب در مطبع سلطانی واقع قلعہ مبارک ۱۲۷۲ھ میں چھپا۔''(۳۴)

تحسین سروری نے اسی نسخے کو مرتب کیا تھا اور لکھا تھا کہ ''مذکورہ اصل نسخے کے علاوہ حال میں مجھے مجلّہ عثمانیہ کی تیسری جلد کا شمارہ اول بابت جون ۱۹۲۹ء دستیاب ہوا جس میں ڈاکٹر سید سجاد حسین مرحوم کی مختصر سی تمہید کے ساتھ ''قادر نامہ'' شائع کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو بھی مطبع سلطانی والا نسخہ ملا تھا۔''(۳۵)

تحسین سروری نے سجاد حسین مرحوم کی تمہید بھی لکھی ہے کہ ''اس مہینے میں پرانی کتابوں کا دہلی سے جو پارسل میرے نام موصول ہوا اس میں غالب کی ایک مطبوعہ نظم تھی اس کا نام ''قادر نامہ'' ہے..... یہ نظم غدر کے بہت بعد تک دہلی سے لکھنو تک مشہور تھی چنانچہ عالی جناب نواب صدر یار جنگ بہادر سے جب اس کا تذکرہ آیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کو انہوں نے ایام طفلی میں پڑھا تھا۔''(۳۶)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے ''قادر نامہ'' کی اشاعت سے متعلق اپنا خیال ظاہر کرتے

ہوئے لکھا ہے:

''۱۲۷۲ھ میں مطبع سلطانی قلعہ مبارک سے ''قادر نامہ'' کی اشاعت سے یہ خیال بھی آتا ہے کہ شاید غالب نے یہ کتاب شہزادوں کی تعلیم کے لیے لکھی تھی اگر غالب یہ کتاب اپنے متبنّٰی زین العابدین عارف کے بیٹوں باقر علی خاں اور حسین علی خان کی تعلیم کے لیے لکھتے تو اسے پریس میں چھپوانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ زیادہ سے زیادہ کاتب سے اس آٹھ صفحات کے رسالے کی دو نقلیں تیار کرا سکتے تھے تاکہ یہ دونوں بچے اسے استعمال اور یاد کر سکیں۔''(۳۷)

''قادر نامہ'' غالب کی ایک اہم مثنوی ہے جسے دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) دیوانِ غالب کامل اور اردو کلیاتِ غالب (نسخہ اشرف) میں کلامِ غالب میں شمار کیا گیا لیکن اس کے کچھ اشعار میں اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اختلافِ نسخ موجود ہے مثلاً دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں قادر نامہ کا چھٹا شعر یوں درج ہے

جس کے پڑھنے سے ہو راضی، بے نیاز (۳۸)

دیوانِ غالب کامل میں بھی شعر کی یہی صورت ہے لیکن اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں شعر اس طرح لکھا ہے ہے (صلوٰۃ)، اے مہرباں! اسم نماز

جس کے پڑھنے سے ہوا راضی بے نیاز (۳۹)

دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں ''قادر نامہ'' کا آٹھواں شعر ملاحظہ ہو

(اسم) وہ ہے جس کو تم کہتے ہو نام
(کعبہ، مکہ) وہ جو ہے (بیت الحرام)(۴۰)

دیوانِ غالب کامل میں بھی شعر کی یہی صورت ہے (۴۱) جبکہ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں شعر یوں درج ہے

(اسم) وہ ہے جس کو تم کہتے ہو نام
(کعبہ، مکہ) جو کہ ہے بیت الحرام(۴۲)

دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) میں شعر نمبر ۶۹ دیکھیے

پِست اور ستو کو کہتے ہیں (سویق)
(ژرف) اور گہرے کو کہتے ہیں (عمیق)(۴۳)

دیوانِ غالبؔ کامل میں بھی شعر اسی صورت میں موجود ہے (۴۴) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف میں یہی شعر ملاحظہ ہو

پست اور پسو کو کہتے ہیں (سویق)
(ژرف) اور گہرے کو کہتے ہیں عمیق(۴۵)

اس کے علاوہ کچھ املائی اغلاط بھی ''قادر نامہ'' میں موجود ہیں۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں ''قادر نامہ'' مثنوی میں دیگداں کو دیگواں، یزنہ کو بزنہ لکھا گیا ہے۔(۴۶) اور مثنوی کا یہ شعر

علم سے ہی سے قدر ہے انسان کی
ہے وہی انسان جو جاہل نہیں(۴۷)

بھی درست نہیں شعر اپنی درست املا کے ساتھ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) میں دیکھئے:

علم سے ہی قدر ہے انسان کی
ہے وہی انسان جو جاہل نہیں(۴۸)

مثنوی:

اے جہان آفریں، خدائے کریم
صانع ہفت چرخ و ہفت اقلیم

غالب کی یہ پانچویں اردو مثنوی دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) کے حصہ یادگار نالہ میں شامل ہے۔(۴۹) حواشی میں امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں۔ ''یہ مثنوی مرزا غالب کے مرتبہ اس بے نام اردو کتابچے کے دیباچے کے آخر میں ملتی ہے جو انہوں نے ہندوستان میں مقیم انگریزوں کو اردو سکھانے کے لیے اپنے منتخب رقعات اور اشعار پر مشتمل ترتیب دیا تھا۔ مرزا

صاحب نے یہ کتابچہ جس زمانے میں میکلوڈ صاحب کی نذر کیا ہے اس زمانے میں وہ پنجاب کے فنانشل کمشنر تھے۔ تاریخ پنجاب مصنفہ دیبی پرشاد: ۱۹۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ جنوری ۱۸۶۵ء کو منٹگمری نے پنجاب کی گورنری سے استعفا دیا، تو ان کی جگہ میکلوڈ صاحب کا تقرر کیا گیا لہذا اس کتابچے کو کم از کم ۱۸۶۴ء میں مرتب ہونا چاہیے۔ اس کی اصل ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب الٰہ آباد کے پاس محفوظ ہے۔ وہ اپنے مکتوب بنام مالک رام صاحب مورخہ ۸ فروری ۱۹۵۴ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''رقعاتِ غالب (انتخاب) میرے پاس بہت مدت سے ہے۔ جب وہ نسخہ میری ملک میں آیا تھا اسی دوران میں ایک صاحب نے اسے مستعار لے کر نقل کر لیا (چھوٹا سا تو رسالہ ہے) اور چھپوا ڈالا۔ جو شخص میرے ہاتھ بیچ رہا تھا اس نے مجھے خبر کی میں نے باوجود اس سانحے کے اسے لے لیا۔ بعد کو چھپا ہوا نسخہ دیکھا غارت کر کے چھپوایا تھا پھر ایک شخص نے ان حضرت کی اجازت سے لاہور میں چھپوایا۔ صورت بہتر لیکن غلط جیسا وہ تھا ویسا یہ۔ اب میں خود چھپوانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔'' نقوش، خطوط نمبر ۳: ۶۶، بابت اپریل۔ مئی ۱۹۶۸ء۔

امتیاز علی عرشی نے مزید وضاحت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ

''ڈاکٹر صاحب کا اشارہ محمد عبدالرزاق حیدر آبادی متوفی ۱۵ دسمبر ۱۹۶۷ء کی طرف ہے جنہوں نے اس کتابچے کو انتخاب غالب کے نام سے ۱۳۴۵ھ میں حیدر آباد سے شائع کیا تھا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کتابچہ مرزا غالب کی حیات میں بھی چھپا تھا یا نہیں لیکن مرزا صاحب نے اس قسم کا ایک کتابچہ فارسی سکھانے کے لیے بھی نکات و رقعات' کے نام سے مرتب کیا تھا اور وہ فروری ۱۸۶۷ء میں مطبع سراجی دہلی میں چھپ کر شائع ہوا تھا۔ اس کے پیش نظر بعید نہیں کہ یہ

اردو کتابچہ بھی ان کی زندگی میں چھپ چکا ہو۔ بہر حال چند درسی
کتابوں کی ترتیب پر انہیں دربارِ گورنری میں موردِ تحسین قرار دیا گیا
تھا۔"(۵۰)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس کا عنوان "دعائیہ۔مسٹر مکلوڈ گورنر پنجاب کے بارے میں" ہے (۵۱) جو مثنوی کے موضوع کے مطابق انتہائی مناسب عنوان ہے۔مثنوی کے تین اشعار میں غالب نے مسٹر مکلوڈ کو پر اثر انداز میں دعا دی ہے اور آخری شعر میں غالب پر مہربان رہنے کی تمنا کا اظہار بھی کیا ہے۔

غالب کی یہ اردو مثنویاں بیانیہ شاعری میں اس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہیں کہ اس میں غالب کے عہد کے نقوش کہیں دھندلے اور کہیں واضح طور پر موجود ہیں ۔غالب کے اس قلیل اور محدود سرمائے کا موضوع پتنگ بازی ہو یا درصفت انبہ، پنج گنج کا منظوم اشتہار ہو یا قادرنامہ یا پھر مسٹر مکلوڈ گورنر پنجاب کے بارے میں۔غالب نے ان اردو مثنویوں میں روایتی انداز کے برعکس انتہائی مختصر انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔اپنے عہد میں وقت اور حالات کے پیش نظر کہی گئی ان مثنویوں میں غالب نے کہیں سادہ اسلوب کو اپنایا اور کہیں فارسی الفاظ وتراکیب کے استعمال سے اشعار کو حسن بخشا۔کلامِ غالب کی ترتیب و تدوین کرتے وقت کسی بڑے مدون نے ان مثنویوں کو نظر انداز نہیں کیا۔جناب امتیاز علی عرشی اور کالی داس گپتا رضا کے بعد ڈاکٹر محمد خاں اشرف نے اردو کلیاتِ غالب کی ترتیب و تدوین میں ان مثنویوں کو باقاعدہ عنوانات کے ساتھ شاملِ کلیات کیا ہے۔غالب جیسے عظیم شاعر کے کلام کی تفہیم میں ان مثنویوں کا مطالعہ اس کی معنویت میں اضافے کا سبب ہے۔

حواشی

۱۔ نجم الغنی رامپوری، مولوی، بحر الفصاحت، مرتب، قدرت نقوی، سید، لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع اول جون ۱۹۹۹ء، ص ۲۰۵

۲۔ حالی، مولانا الطاف حسین، مقدمہ شعر و شاعری، لاہور، خزینہ علم و ادب ۲۰۰۱ء، ص ۱۵۷

۳۔ ایضاً، ص ۱۵۸

۴۔ غالب، مرزا اسد اللہ خاں، دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) مرتب، امتیاز علی خاں عرشی، لاہور، مجلس ترقی ادب، اشاعت اول جون ۱۹۹۲ء، ص ۳۶۲

۵۔ خطوط غالب، مرتب غلام رسول مہر، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز بار پنجم، ۱۹۸۲ء، ص ۲۰۲

۶۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) مرتبین، ڈاکٹر محمد خاں اشرف، ڈاکٹر عظمت رباب، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص ۳۳۷

۷۔ دیوانِ غالب کامل، مرتب، کالی داس گپتا رضا، کراچی، انجمن ترقی اردو، پاکستان، طبع چہارم ۲۰۱۲ء، ص ۱۳۱

۸۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی)، ص ۳۶۲

۹۔ دیوانِ غالب کامل، ص ۱۳۱

۱۰۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۳۷

۱۱۔ دیوانِ غالب کامل (تاریخی ترتیب کے ساتھ) ص ۶۳

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ایضاً، ص ۶۰، ۶۱

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ حالی، الطاف حسین، یادگارِ غالب، کانپور، نامی پریس، ۱۸۹۷ء، ص ۱۰۷

۱۶۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی)، ص ۱۴۶

۱۷۔ دیوانِ غالب (عکسی) کانپور، مطبع نظامی، ۱۸۶۲ء، ص ۹۲

۱۸۔ دیوانِ غالب، مرقع چغتائی، لاہور، ایوان اشاعت، س، ن، ص ۱۹۷

۱۹۔ دیوانِ غالب کامل (تاریخی ترتیب کے ساتھ) ص ۳۷۷

۲۰۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۴۴

۲۱۔ دیوانِ غالب، مرتب حامد علی خان، لاہور، الفیصل اردو بازار، جنوری ۲۰۰۷ء، ص ۲۱۵

۲۲۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی)، ص ۱۴۷

۲۳۔ ایضاً

۲۴۔ ایضاً، ص ۳۶۴

۲۵۔ دیوانِ غالب کامل (تاریخی ترتیب کے ساتھ)، ص ۳۴۴

۲۶۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف)، ص ۳۴۵

۲۷۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی)، ص ۳۶۶

۲۸۔ دیوانِ غالب کامل، ص ۳۸۲

۲۹۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی)، ص، ۳۶۶، ۳۶۷

۳۰۔ ایضاً

۳۱۔ شیرانی، حافظ محمود، مقالات حافظ محمود شیرانی، لاہور مجلس ترقی ادب، جلد ہشتم، ۱۹۸۵ء، ص ۸۰

۳۲۔ جالبی، ڈاکٹر جمیل، تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، لاہور، مجلس ترقی ادب اشاعت اول، فروری ۲۰۱۲ء، ص ۱۰۱

۳۳۔ غلام رسول مہر، غالب، لاہور، شیخ مبارک علی، طبع چہارم، ص ص ۳۸۲، ۳۸۳

۳۴۔ جالبی، ڈاکٹر جمیل، تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، لاہور، مجلس ترقی ادب، اشاعت اول، فروری ۲۰۱۲ء، ص ۱۰۱

۳۵۔ غالب، مرزا اسد اللہ خاں، قادر نامہ غالب، مرتب تحسین سروری، کراچی، مکتبہ نیا راہی ۱۹۵۹ء، ص ص ۱۲، ۱۳

۳۶۔ ایضاً ص ص ۱۳، ۱۴

۳۷۔ جالبی، ڈاکٹر جمیل، تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، ص ۱۰۱

۳۸۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۳۶۷

۳۹۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۳۸

۴۰۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی)، ص ۳۶۷

۴۱۔ دیوانِ غالب کامل، ص ۳۸۲

۴۲۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف)، ص ۳۳۸

۴۳۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۳۷۱

۴۴۔ دیوانِ غالب کامل، ص ۳۸۵

۴۵۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۴۱

۴۶۔ ایضاً، ص ص ۳۳۹، ۳۴۲

۴۷۔ ایضاً، ص ۳۴۳

۴۸۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی)، ص ۳۷۴

۴۹۔ ایضاً

۵۰۔ ایضاً، ص ص ۳۷۴، ۳۷۵

۵۱۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف)، ص ۳۴۷

غالبؔ کی متفرق اردو منظومات

اُردو غزل کا میدان ہو یا نظم کا دائرہ فکروفن، غالب یکساں طور پر کامیاب ٹھہرے۔ غالب کے مختصر دیوان میں غزل، قصیدہ، مثنوی، قطعات، رباعیات، مخمس، مرثیہ، سلام اور سہرے کی اصناف موجود ہیں۔ ناقدین و محققین نے بالعموم غالب کی غزل گوئی پر توجہ کی یا پھران کے خطوط کی ترتیب وتدوین میں دلچسپی لی۔ غالب کی نظم گوئی کی طرف نقاد متوجہ نہیں ہوئے کیونکہ غالب کوخود یہ صنفِ شاعری زیادہ پسند نہیں تھی۔ ان کی توجہ کا مرکز غزل ہی رہی اور انیسویں صدی میں غزل ہی عوام الناس میں مقبول صنفِ سخن کی حیثیت رکھتی تھی۔

غالب کی زندگی میں جو دیوان شائع ہوا اس میں غالب کی یہ نظمیں شامل نہ تھیں۔ غالب نے دانستہ ان نظموں کو منسوخ کلام میں شامل رکھا اگر چہ بعد میں محققین نے غالب کے ان رد کردہ اشعار پر مضامین لکھے اور انہیں بہت سراہا اور پھر ان نظموں کو دیوانِ غالبؔ کی ازسرِ نو ترتیب میں شامل بھی کیا۔ غالب کی یہ متفرق نظمیں جن میں ایک مرثیہ، سلام، مخمس اور سہرے شامل ہیں غالب کی جدتِ فکر اور ندرتِ بیان کی عمدہ مثال ہیں۔ ان نظموں کی لفظیات اور تخیل کی وسعت انہیں شاعری کے اعلیٰ درجے پر فائز کرتی ہے۔ موضوعات کی پابندی کے باوجود غالب کی جدت فکر ان منظومات میں نمایاں ہے۔ ان نظموں میں غالب نے موضوع اور وقت کی مناسبت سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں غالب کے مرثیے

ہاں اے نفسِ بادِ سحر ، شعلہ فشاں ہو
اے دجلۂ خوں، چشم ملائک سے رواں ہو(۱)

کے متعلق مولانا حالی نے ''یادگارِ غالبؔ'' میں لکھا ہے۔

''مرزا پر جب شعر کے متعلق کوئی ایسی فرمائش کی جاتی تھی جو ان سے باآسانی سرانجام نہ ہوسکتی تھی تو وہ اس بات کا کچھ خیال نہ کرتے تھے کہ میری شاعری کی شہرت اور ناموری پر حرف آئے گا بلکہ صاف لکھ بھیجتے تھے کہ میری طاقت سے باہر ہے۔ایک بار غالباً مجتہد العصر سید محمد صاحب مرحوم ومغفور نے مرزا سے اس بات کی خواہش کی کہ اُردو میں جناب سید الشہداء کا مرثیہ لکھیں چونکہ مرزا ان کی بہت تعظیم کرتے تھے اور ان کے سوال کو رد کرنا نہیں چاہتے تھے ان کے حکم کی تعمیل کے لیے مرثیہ لکھنے بیٹھے۔ چونکہ اس کوچے میں کبھی قدم نہ رکھا تھا اور فرمائش ایسی چیز کی ہوئی تھی جن کو اور لوگ حدکمال تک پہنچا چکے تھے اور قوئ میں انحطاط شروع ہوگیا تھا۔مشکل سے مسدس کے تین بند لکھے جن میں سے پہلا بند ہم کو یاد ہے۔۔۔۔۔۔۔ایک یہ اور دو بند لکھ کر مجتہد العصر کی خدمت میں بھیج دیے اور صاف لکھ بھیجا کہ یہ تین بند صرف امتثالِ امر کے لیے لکھے ہیں ورنہ میں اس میدان کا مرد نہیں ہوں۔ یہ ان لوگوں کا حصہ ہے جنہوں نے اس وادی میں عمریں بسر کی ہیں۔ مجھ کو ان کے درجے تک پہنچنے کے لیے ایک دوسری عمر درکار ہے پس مجھے اس خدمت سے معذور و معاف رکھا جائے۔''(۲)

امتیاز علی عرشی نے دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) میں مرثیے کے حواشی میں لکھا ہے

''ریاض الدین امجد سندیلوی متخلص بر ریاض نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ''۔۔۔۔۔۔پھر چاندنی چوک میں ہوتا ہوا بلی ماروں میں ہوکر شیر افگن خاں کی بارہ دری میں، جہاں اسداللہ خاں غالب عرف مرزا نوشاہ رہتے تھے، گیا مرزا کی ملاقات سے شرف یاب سعادت ہوا۔۔۔۔۔۔بعدہٗ مرزا نے تین بند مرثیے کے اپنی تصنیف کے سنائے لوگ روئے

پیٹے چلائے۔ وہ بند میں نے طلب کیے مرزا نے اپنے دستِ خاص سے لکھ کر دیے۔۔۔
مرزا خود فرماتے تھے کہ یہ حصہ دبیر کا ہے وہ مرثیہ گوئی میں فوق لے گیا ہے ہم سے آگے نہ چلا ناتمام رہ گیا، (سرور ریاض: ۲۳ تا ۲۷) یہ واقعہ ۶ محرم ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۸۶۰ء کا ہے۔'' (۳)

امتیاز علی عرشی نے غالب کے اس اعتراف عجز کے متعلق ایک اور حوالہ بھی دیا ہے صغیر بلگرامی ۱۲۸۲ھ میں میرزا صاحب سے ملنے دلی گئے تھے وہ جلوۂ خضر میں لکھتے ہیں کہ ''ایک دن مرثیے کا ذکر آ گیا فرمانے لگے کہ میں نے بھی ایک مرثیہ شروع کیا تھا تین بند کہہ کر دیکھا تو واسوخت ہو گیا وہ بند یہ ہیں ۔۔۔۔۔ پھر فرمایا'' واقعی یہ حق میرزا دبیر کا ہے دوسرا اس راہ میں قدم نہیں اٹھا سکتا۔'' (۴)

مرثیے کے آخری بند کے پہلے شعر

کچھ اور ہی عالم ہے، دل و چشم و زباں کا
کچھ اور ہی نقشا، نظر آتا ہے جہاں کا(۵)

کے متعلق امتیاز علی عرشی نے حواشی میں بیاض علائی کا حوالہ دے کر شعر کو اس طرح درج کیا ہے۔

اب اور ہی نقشہ ہے دل و چشم و زباں کا
اب اور ہی عالم نظر آتا ہے جہاں کا!

نیز ''سرور ریاض'' اور ''جلوۂ خضر'' کے حوالے سے یہ شعر اسطرح لکھا ہے

کچھ اور ہی عالم نظر آتا ہے جہاں کا
کچھ اور ہی نقشہ ہے دل و چشم و زبان کا(۶)

امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں ''ردِ واقعات'' میں بھی اسی طرح ہے لیکن وہاں مصرعہ ثانی تیسرا مصرعہ قرار پا گیا ہے۔ (۷)

کالی داس گپتا رضا نے ''دیوانِ غالب کامل'' میں مرثیے کے بعد فٹ نوٹ میں

اس بند کے متعلق لکھا ہے ''یہ بند خود غالب نے اپنے دستِ خاص سے لکھ کر ۲۶ جولائی ۱۸۶۰ء کو امجد سندیلوی کو دیے تھے۔''(۸)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں مرثیے کے آخری بند کے پہلے شعر میں (نسخہ عرشی) اور دیوانِ غالب کامل سے فرق ملاحظہ ہو:

کچھ اور ہی عالم ہے دل و چشم و زباں کا
کچھ اور نقشا، نظر آتا ہے جہاں کا(۹)

دیوانِ غالب جرمن ایڈیشن میں یہ شعر اس طرح لکھا ہے:

کچھ اور ہی عالم نظر آتا ہے جہاں کا
کچھ اور ہی نشہ ہے دل و چشم و زباں کا(۱۰)

دوسرے بند کا آخری شعر ملاحظہ کیجئے:

یہ خرگہ نہ پایہ جو مدت سے بجا ہے
کیا خیمۂ شبیر سے رتبہ میں سوا ہے(۱۱)

جبکہ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں شعر یوں درج ہے:

یہ خرگر نہ پایہ جو مدت سے بپا ہے
کیا خیمۂ شبیر سے رتبہ میں سوا ہے(۱۲)

دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں اس مرثیے کو ''یادگار نالہ'' کے تحت رکھا گیا ہے۔(۱۳) دیوانِ غالب کامل میں قبل از ۱۸۶۰ء کے کلام میں شامل ہے۔(۱۴) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں یہ متفرق منظومات میں پہلے نمبر پر مرثیہ کے عنوان سے شامل ہے۔(۱۵)

نظیر صدیقی اپنے مضمون ''غالب کے ردکردہ اشعار'' میں لکھتے ہیں:

''غالب کے ردکردہ اشعار میں غزل کے شعروں کے علاوہ قصائد، مثنوی، مرثیہ، سلام، مخمس، رباعیات اور قطعات بھی ملتے ہیں۔ تین بندوں پر مشتمل ایک مرثیے کا پہلا بند

دیکھئے۔۔۔۔باقی دو بندوں میں بھی ایسی ہی چستی اور برجستگی پائی جاتی ہے۔اس مرثیے کی بناء پر مجھ سے یہ سوچے بغیر نہیں رہا جاتا کہ اگر غالب اس دور میں ہوتے تو نظم نگاری سے یقیناً پوری دلچسپی لیتے اور غزل کے علاوہ نظم میں بھی بڑے بڑوں کے چراغ بجھا دیتے۔ ان کا زمانہ ان کی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار نہ لا سکا۔ کیا عجب تھا کہ اگر انہیں بیسویں صدی کا درمیانی دور نصیب ہوا ہوتا تو ایک طرف وہ نثر میں صرف مکتوب نگاری پر اکتفا نہ کرتے اور دوسری طرف اردو شاعری کو اپنی غزلوں کے علاوہ نظم کی جدید ترین قسموں کے اعلیٰ ترین نمونوں سے مالا مال کر دیتے۔ان میں تجربہ کرنے کی ہمت اور تجربے کو فنی تکمیل تک پہنچانے کی صلاحیت دونوں خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔''(١٦)

غالب کا یہ مرثیہ فن مرثیہ گوئی کے تمام تقاضوں کو پورا نہ کرنے کے باوجود ایک عمدہ مرثیہ ہے۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں غالب کا ایک ''سلام'' موجود ہے

سلام اسے کہ اگر بادشاہ کہیں اس کو
تو پھر کہیں کہ کچھ اس سے سوا کہیں اس کو (١٧)

٢١ اشعار پر مشتمل یہ ''سلام'' غالب کا اظہار عقیدت ہے۔ دیوانِ غالب کامل میں اسے ١٨٥٤ء کے کلام میں ''سلام'' کے عنوان سے شامل کیا گیا۔(١٨)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں غالب کے مصرعے کو ہی اسکا عنوان بنا کر ''رکھے امام سے جو بغض کیا کہیں اس کو'' قطعات کی ذیل میں رکھا گیا (نسخہ اشرف) میں یہ سلام قطعہ نمبر ١٨ ہے(١٩) غالب کے منتخبہ دواوین میں یہ سلام شامل نہیں۔

دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں امتیاز علی عرشی نے حواشی میں لکھا ہے''رامپور رضا لائبریری میں ایک مخطوطہ ''دستور العمل اودھ'' کے نام سے محفوظ ہے۔اس میں مجتہد العصر مولانا سید محمد لکھنوی کی شاہ اودھ کے سامنے پیش کی ہوئی تحریریں اور ان پر شاہ کی توقیعیں منقول ہیں۔اسیر لکھنوی، جو شاہ کے میر منشی تھے،اس کتاب کے مرتب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ سلام اس دستور العمل میں مجتہد العصر کے مکتوب مورخہ ٤ ذیقعدہ ١٢٧٠ھ (٣٠ جولائی ١٨٥٤ء)

کے متصل بعد (۱۸۴ اب) نقل کیا گیا ہے جس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان تاریخوں کے کچھ ہی بعد میرزا صاحب کی طرف سے موصول ہوا ہوگا۔ سلام کا عنوان ہے ''یا اسد اللہ الغالب'' اور خاتمے پر میرزا صاحب کی مہر (اسد اللہ الغالب) بھی نقل کردی گئی ہے۔''(۲۰)

غالب کا غزل اور نظم میں بہت کم کلام حمد، نعت منقبت اور سلام کے موضوعات پر ہے۔ افتخار احمد عدنی کو یہ کمی شدت سے محسوس ہوئی لکھتے ہیں ''غالب کی اردو شاعری اگر ان سے وہ گلہ کرے جو بے چاری امراؤ بیگم کو زندگی بھر رہا تو شاید یہ کچھ بے جا نہ ہو۔ وہ اس نیک بخت کے کہنے سے کبھی روزے نماز کی طرف مائل ہوئے اور نہ کبھی انہیں اپنی اردو شاعری کے دامن کو حمد و نعت سے پر کرنے کا خیال آیا۔''(۲۱)

یہ درست کہ غالب کے کلام میں ان اصناف کا وجود آٹے میں نمک کے برابر ہے ان میں بھی جو چیزیں دستیاب ہیں غالب نے انہیں منتخب دیوان میں شامل نہ کیا۔ نظیر صدیقی نے لکھا ہے ''ایک رد کردہ سلام'' میں اس قسم کے شعر ملتے ہیں جو اپنی سادگی اور برجستگی کی وجہ سے حافظے پر نقش ہوجانے کی صلاحیت رکھتے ہیں:

یزید کو تو نہ تھا اجتہاد کا پایہ
بُرا نہ مانیے گر ہم بُرا کہیں اس کو
بھرا ہے غالب دل خستہ کے کلام میں درد
غلط نہیں ہے کہ خونیں نوا کہیں اس کو (۲۲)

غالب کی متفرق اردو منظومات میں ایک مخمس جو گیارہ بندوں پر مشتمل ہے دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں مخمس کے عنوان سے شامل ہے (۲۳) دیوانِ غالب کامل میں یہ مخمس ۱۸۵۳ء کے عہدِ کلام میں رکھا گیا ہے (۲۴) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اسکا عنوان ''مخمس بر غزل ظفر'' ہے۔(۲۵)

امتیاز علی عرشی نے مخمس کے حواشی میں لکھا ہے ''یہ مخمس تتمہ دہلی اردو اخبار جلد ۱۵ نمبر ۱۶ مورخہ ۷ رجب ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۸۵۳ء میں شائع ہوا تھا اور بظاہر اسی

زمانے میں لکھا بھی گیا تھا۔ مولوی احتشام الدین دہلوی (متوفی ۱۴ مئی ۱۹۴۵ء) کا ایک مضمون ''غالب کے غیر مطبوعہ اشعار اور لطیفے''، ماہِ نو، کراچی، فروری ۱۹۵۰ء میں چھپا تھا جس میں وہ لکھتے ہیں ''بہادر شاہ کی سواری ایک دن ملکہ باغ (کوئینز گارڈن) کے اندر سے ہو کر گزر گئی اس وقت بیگم کا باغ کہلاتا تھا۔ باغ کی حالت نہایت خراب خستہ دیکھ کر حضور کو افسوس ہوا۔ قلعے میں واپس جا کر ریزیڈنٹ کے نام ثقہ جاری ہوا۔ مابدولت کو باغ کی حالت دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ ایسا عمدہ باغ ایسی خراب حالت میں ہے آن فدوی جلد اس کو درست کروا کر مطلع کریں خرچ درستی کا خزانہ عامرہ سلطانی سے ادا کیا جائیگا۔ صاحب ریذیڈنٹ نے چند ماہ کے اندر انجینئر کی معرفت باغ کے جھاڑ جھنکار کٹوا کر روشیں وغیرہ برآمد کر کے مرمت کروائی اور پھولوں کی تازہ کیاریاں آراستہ کر کے حضور میں معروضہ کیا کہ حسب الحکم درستی ہوئی ہے حضور تشریف لا کر ملاحظہ فرمائیں۔ تشریف آوری کے لیے ایک دن مقرر ہوا اور باغ کے اس وسیع میدان میں جو ہارڈنگ لائبریری کی جانب جنوب میں واقع ہے بادشاہ اور بیگمات کے لیے خیمے نصب کیے گئے۔ ایک بڑا خیمہ دربار کے لیے لگا جس میں دربار منعقد ہوا۔ شہزادوں اور امراء نے نذریں گزرانیں، شاعروں نے قصیدے سنائے، طائفوں نے ناچ گانے سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ مرزا غالب نے اس غزل کو

دل نے کی ساری خرابی لے گیا مجھ کو ظفر
واں کے جانے میں مری توقیر آدھی رہ گئی

تضمین کیا تھا روبرو پیش ہو کر تخت کے آگے آ کر سنائی۔ مقطع کے بند کے ہر مصرع میں بادشاہ کا تخلص جوان کا نام بھی تھا بار بار واقع ہوا تھا اس کو ادا کرتے وقت مرزا غالب ادباً جھک جاتے تھے (ایسا نہیں ہے مقطع کے بند میں صرف ایک جگہ بادشاہ کا تخلص آیا ہے۔ عرشی) اس دربار میں میرے والد بھی موجود تھے حافظہ ان کا قوی تھا آخری بند پورا یاد تھا۔ یہ تضمین مرزا کے کلام میں کہیں نظر نہیں آتی وہ آخری بند بھی جو والد صاحب کو یاد تھا ان کے ساتھ دفن ہو گیا۔ میں نے مکرر سنا تھا مگر یاد نہیں رہا شاید یہ تضمین سنانے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں

پیش کر دی گئی۔ بادشاہ کے کاغذات غدر میں غارت ہوئے وہ مثل ہوئی کہ "آں دفتر را گاوٗ خورد و گاوٗ را قصاب بُرد۔"(۲۶)

"مخمس" کے دوسرے بند میں دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں اختلافِ نسخ دیکھئے:

بیٹھ رہتا، لے کے چشم پُرنم، اس کے رُوبرو
کیوں کہا تو نے کہ، کہہ دل کا غم اس کے رُوبرو

بات کرنے میں نکلتا ہے دم اس کے رُوبرو
کہہ سکے ساری حقیقت نہ ہم، اس کے رُوبرو
ہم نشیں، آدھی ہوئی تقریر، آدھی رہ گئی(۲۷)

اس بند کا چوتھا مصرعہ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) اور دیوانِ غالب کامل میں اسطرح ہے:

کہہ سکے ساری حقیقت ہم نہ اس کے رُوبرو(۲۸)

کالی داس گپتا رضا نے حواشی میں لکھا ہے "عرشی صاحب نے جب دیکھا کہ دیوان ظفر اور دہلی اردو اخبار میں 'ہم نہ' لکھا ہے اور قوافی نم، غم، دم وغیرہ ہیں تو انہوں نے اسے 'نہ ہم' کر دیا عرشی صاحب کی یہ ترمیم درست نہیں ترمیم سے نہ فع کے وزن پر ہو گیا ہے جو جائز نہیں معلوم ہوتا ہے یہاں غالب نے کب کہا ہو گا یعنی "۔۔۔۔کب ہم اس کے روبرو۔"(۲۹)

اسی طرح مخمس کے تیسرے بند کا پانچواں مصرعہ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں اس طرح درج ہے:

جاگ اٹھا، جو کھینچی تصویر آدھی رہ گئی(۳۰) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں بھی یہ مصرعہ بعینہٖ لکھا ہے(۳۱) لیکن دیوانِ غالب کامل میں اس مصرعے میں فرق ملاحظہ ہو جاگ اٹھا میں، کھینچی تصویر آدھی رہ گئی۔(۳۲)

اردو منظومات میں مرثیہ، سلام اور مخمس کے علاوہ غالب نے ایک اور صنف میں

بھی طبع آزمائی کی اور یہاں بھی اپنی جدتِ فکرو اسلوب کے باوصف قارئینِ ادب کیلئے ذوق اور دلچسپی کا سامان پیدا کیا۔ غالب نے اردو شاعری میں جو سہرے لکھے انہیں اپنے پس منظر کے سبب تاریخی حیثیت حاصل ہے۔

سہرے کی آغاز وابتداء کے متعلق عبدالسلام ندوی نے شعرالہند میں لکھا ہے ''یہ معلوم نہیں کہ سہرے کا موجد کون ہے تاہم اردو کے سوا اسکا پتہ اور زبانوں کی شاعری میں نہیں ملتا اس لئے یہ اردو زبان کی خاص چیز ہے لیکن مستند شعراء کے دیوانوں میں اس نے عموماً جگہ نہیں پائی البتہ غالب اور ذوق نے حریفانہ حیثیت سے جو سہرے لکھے ہیں ان کو ایک ''سخن گسترانہ'' بات نے ایک تاریخی چیز بنا دیا ہے''(۳۳)

سہرا شادی بیاہ کی رسموں کا حصہ ہے جس سے دلہا کی سج دھج اور اس کے ساتھ گھر والوں کی محبت کا اظہار مقصود ہے۔ سہرے کا رواج زمانہ قدیم سے ہی چلا آرہا ہے اس کے لیے کسی خاص خطے یا زبان کی بھی ضرورت نہیں۔ کسی بھی علاقے کے افراد اسے اپنی مخصوص مقامی زبان میں پڑھ یا گا سکتے ہیں۔ غالب کے سہرے کی تاریخی حیثیت اس سبب ہے کہ یہ ۱۸۵۲ء میں شہزادہ جواں بخت کی شادی کے موقع پر ملکہ زینت محل کی فرمائش پر لکھا گیا دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں یہ سہرا موجود ہے۔

خوش ہو اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا
باندھ شہزادہ جواں بخت کے سر پر، سہرا(۳۴)

مولوی سید احمد دہلوی کی رائے میں:

''ایک سہرا تو معمولی گھریلو بنا ہوا ہوتا ہے جسے ہر ایک جگہ ڈومنی اُسی کو گاتی ہے اور رنڈیاں بھی اول اسی سے شروع کرتی ہیں۔۔۔ دوسرا وہ ہوتا ہے جو شاعر دلہا کی خوشامد میں کہہ کر خود سناتے یا رنڈیوں سے گواتے ہیں جیسے ذوق اور غالب کے سہرے مشہور ہیں جو میرزا جواں بخت کی شادی کے موقع پر کہے گئے تھے۔''(۳۵)

ظہیر دہلوی کے مجموعہ انتخاب ''نگارستان سخن'' میں پہلی بار یہ سہرا شائع ہوا۔ اس

انتخاب میں دیوانِ غالبؔ کا بیشتر کلام شامل ہے بقول ڈاکٹر جمیل جالبی ''امتیاز علی خاں عرشی، عطا کاکوی اور کالی داس گپتا رضا'' نگارستان سخن'' کے انتخاب غالب کو دیوانِ غالبؔ کا نیا ایڈیشن کہتے ہیں۔'' دیوانِ غالبؔ'' کے ان تینوں ایڈیشنوں میں جو غالب کی زندگی میں شائع ہوئے ۱۸۵۲ء میں کہا ہوا ''سہرا'' شامل نہیں تھا۔''(۳۶)

غالب کے اس سہرے کے پس پردہ حقائق یقیناً دلچسپ ہیں جن کی تفصیل ڈاکٹر جمیل جالبی نے تاریخ ادب اردو جلد چہارم میں دی ہے'' ملکہ زینت محل نے غالب سے فرمائش کی وہ شادی کے موقع کے لیے سہرا لکھ دیں۔ غالب نے بارہ شعر کا ایک سہرا لکھ کر ملکہ کی خدمت میں پیش کر دیا جس کا مقطع یہ تھا۔

ہم سخن فہم ہیں غالبؔ کے طرف دار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہہ دے کوئی بڑھ کر سہرا

ملکہ نے یہ سہرا بادشاہ کو دکھایا تو وہ مقطع پر کھٹکے اور یہ جانا کہ غالبؔ نے انہیں اور ان کے استاد ذوقؔ کو دعوت مبارزت دی ہے۔ بہادر شاہ ظفر نے اسے ذوقؔ کو دکھایا اور سہرا کہنے کی فرمائش کی۔ ذوقؔ نے پندرہ شعر کا ایک سہرا لکھ کر بادشاہ کے حضور میں پیش کر دیا جس کا مقطع یہ تھا

جس کو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنا دے اس کو
دیکھ اسطرح سے کہتے ہیں سخن ور سہرا

یہ مرزا غالب کو ذوق کا جواب تھا یہ بات کہ بہادر شاہ ظفر کو غالب کا دعویٰ ناگوار گزرا تھا اور بات اتنی بڑھ گئی تھی کہ بادشاہ کی ناگواری دور کرنے کیلئے غالب کو ایک قطعہ جو ایک طرح سے معذرت نامہ ہے، لکھنا پڑا تھا اور جو ''بیانِ مصنف'' کے عنوان سے دیوانِ غالب میں آج بھی موجود ہے اور جس کے یہ شعر اس چشمک کی داستاں سنا رہے ہیں

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی
اپنا بیانِ حسن طبیعت نہیں مجھے(۳۷)

دیوانِ غالب جرمن ایڈیشن میں سہرے کا مقطع یوں لکھا ہے:

ہم سخن فہم ہیں، غالب کے طرف دار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہ دے کوئی بہتر سہرا(۳۸)

دیوانِ غالب (نسخہ اکیڈمی) میں سہرے کی بابت لکھا ہے ''شہزادہ جواں بخت کا نکاح یکم اپریل ۱۸۵۲ء کو ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ سہرا اس تقریب سے دو چار دن پہلے لکھا گیا ہوگا لیکن دیوان کے جو تین ایڈیشن اس کے بعد شائع ہوئے مرزا نے اس سہرے کو اس میں شامل نہیں کیا حالانکہ ''بیانِ مصنف'' جو اس کا نتیجہ اور شاخسانہ تھا وہ سب میں موجود ہے البتہ یہ ''نگارِستان سخن'' (۱۸۶۳ء) میں شامل ہے۔''(۳۹)

امتیاز علی عرشی نے سہرے کی اشاعت سے متعلق معلومات فراہم کرتے ہوئے لکھا ''یہ سہرا سب سے پہلے دہلی اردو اخبار اور قران السعدین میں، بعد ازاں چمنِ بینظیر میں، پھر نگارستانِ سخن میں اور اس کے بعد آبِ حیات اور دیوانِ ذوق مرتب آزاد میں شائع ہوا تھا جہاں تک میرا علم ہے سہرا ردیف کے ساتھ غالب سے پہلے کسی نے کوئی نظم نہیں لکھی۔ اگر یہ صحیح ہے تو میرزا صاحب اس نوع کی نظم کے موجد قرار پاتے ہیں۔''(۴۰)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف)، دیوانِ غالب (نسخہ عرشی)، دیوانِ غالب کامل میں سہرے کے اشعار کی تعداد بارہ ہے اور عنوان ''سہرا'' ہے۔ کالی داس گپتا رضا نے اسے ۱۸۵۲ء کے کلام میں شمار کیا ہے۔(۴۱) سہرے کا آٹھواں شعر نسخہ عرشی اور دیوانِ غالب کامل میں اسطرح درج ہے

جی میں اترائیں نہ موتی کہ ہمیں، ہیں اک چیز
چاہیے، پھولوں کا بھی ایک، مقرر سہرا(۴۲)

آب حیات میں بھی شعر اسی طرح درج ہے۔(۴۳) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں شعر کے دوسرے مصرعے میں فرق ملاحظہ ہو

جی میں اترائیں نہ موتی کہ ہمیں، ہیں اک چیز
چاہیے پھولوں کا بھی ایک، مکرر سہرا(۴۴)

یہاں لفظ کی تبدیلی سے غالب کے شعر کا مفہوم متاثر ہوا ہے۔ (نسخہ اشرف) میں یہ سہرا قطعات کی ذیل میں رکھا گیا ہے اور قطعات میں بلحاظ ترتیب اس قطعے کا دوسرا نمبر ہے۔(۴۵) جناب نادم سیتاپوری نے اپنے مضمون ''اصلاحاتِ غالب'' میں لکھا ہے دہلی اردو اخبار (۱۸ مارچ ۱۸۵۲ء) میں غالب اور ذوق کے مشہور سہرے اس خبر کے ساتھ شائع کیے گئے ہیں۔ ''حسب الحکم حضرت سلطانی خلد اللہ ملکہ جو جناب نجم الدولہ اسد اللہ خان غالب اور جناب خاقانی ہند ملک الشعراء شیخ محمد ابراہیم خاں ذوق نے بہ تقریب شادی مرزا جواں بخت بہادر مرشد زادہ آفاق کے کچھ اشعار بہ سبیل مبارکبادی سہرا اس ہفتے میں حضور سلطانی میں سرِ دربار گزارنے تھے معہ چند اشعار علاوہ اس کے جو خاص نجم الدولہ بہادر نے پھر گزرانے واسطے حظ اور کیفیت اپنے ناظرین اہلِ بصر و بصیرت و ماہرین و واقفینِ فصاحت و بلاغت کے ''بموجب ترتیب'' درپیش ہونے کے ہم درجِ اخبار کرتے ہیں''

سات دریا کے فراہم کیے ہوں گے موتی
تب بنا ہو گا اس انداز کا گز بھر سہرا

دہلی اردو اخبار کی روایت کے مطابق اس شعر کا مصرعہ اولیٰ دربار میں اس طرح پر پیش کیا گیا تھا

سات دریا کے کیے ہوں گے فراہم موتی(۴۶)

یہاں یہ امر توجہ طلب ہے کہ نقوش غالب نمبر میں اکبر علی خاں کا مضمون ''غالب اپنے معاصر اخبارات میں'' چھپا ہے۔ اس مضمون میں ''سہرے'' سے متعلق دہلی اردو اخبار کا اوپر درج کیا گیا بیان بمعہ حوالہ موجود ہے لیکن یہاں اوپر درج کی گئی تاریخ ۱۸ مارچ ۱۸۵۲ء کی بجائے ۲۸ مارچ ۱۸۵۲ء لکھی ہے۔(۴۷)

''آبِ حیات'' میں مولانا محمد حسین آزاد نے پہلے غالب کا لکھا ہوا سہرا درج

کتاب کیا ہے پھر ذوق کا سہرا لکھا ہے غالب کے سہرے کا مقطع لکھ کر تفصیل بیان کی ہے کہ مقطع کو سن کر حضور کو خیال ہوا کہ اس میں ہم پر چشمک ہے گویا اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس سہرے کے برابر کوئی سہرا کہنے والا نہیں۔ ہم نے شیخ ابراہیم ذوق کو استاد اور ملک الشعراء بنایا ہے، یہ سخن فہمی سے بعید ہے، بلکہ طرفداری ہے چنانچہ اسی دن استاد مرحوم جو حسب معمول حضور میں گئے تو بادشاہ نے وہ سہرا دکھایا کہ استاد دیکھیئے، انہوں نے پڑھا اور بمو جب عادت کے عرض کی: پیرو مرشد درست۔ بادشاہ نے کہا کہ استاد تم بھی ایک سہرا کہہ دو، عرض کی بہت خوب پھر فرمایا کہ ابھی لکھ دو اور ذرا مقطع پر بھی نظر رکھنا استاد مرحوم وہیں بیٹھ گئے اور عرض کیا۔۔۔۔۔''(۴۸)

''آب حیات'' میں سہرے کے متعلق مزید تفصیل بھی درج ہے'' ارباب نشاط حضور میں ملازم تھیں اسی وقت انہیں ملا۔ شام تک شہر کی گلی گلی کوچے کوچے میں پھیل گیا، دوسرے اخباروں میں مشتہر ہو گیا۔ مرزا بھی بڑے اداشناس تھے اور سخن فہم تھے سمجھے کہ تھا کچھ اور، ہو گیا کچھ اور۔''(۴۹)

مولانا محمد حسین آزاد نے سہرے کا مقطع یوں درج کیا ہے

ہم سخن فہم ہیں' غالب کے طرفدار نہیں !
دیکھیں اس سہرے سے کہہ دے کوئی بہتر سہرا(۵۰)

جبکہ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) اور دیوانِ غالب کامل میں مقطع کے شعر کا دوسرا مصرعہ یوں لکھا ہے۔

دیکھیں اس سہرے سے کہہ دے کوئی بڑھ کر سہرا(۵۱)

سید امداد امام اثر نے دونوں سہروں پر مجموعی حیثیت سے جو تبصرہ کیا ہے وہ بھی قابل غور ہے'' سہرے کی تصنیف میں کبھی دشوار مضامین کو دخل نہیں دینا چاہیے اس میں خوشی، خرمی اور ہلکے پھلکے شادی بیاہ کے مضامین حوالہ قلم کیے جاتے ہیں۔ سہرے میں غزل کی مضمون آوری کی کوئی حاجت نہیں اسلیئے ذوق کے معمولی مضامین کو شاعری کی خوبیوں کے

ساتھ اس طور پر موزوں کیا ہے کہ ہر خاص و عام کو پسند آتا ہے اس کے بخلاف غالب کا سہرا ان کے مذاق غزل گوئی کا رنگ رکھتا ہے۔ الفاظ کی بندش کا انداز بھی وہی ہے جو ان کی غزل گوئی میں اکثر قائم رہتا ہے مثلاً حسن دل افروز، طرف کلاہ، رگ ابر گہر بار، تاب گرانباری گوہر۔ اس لیے ان کا سہرا سہرے کے تقاضے کے مطابق نہیں ہے۔"(۵۲)

امداد امام اثر نے "کاشف الحقائق" میں غالب اور ذوق کے سہرے لکھ کر دونوں کے اشعار کا تفصیلی موازنہ کیا ہے صرف ایک مثال دیکھئے۔

غالبؔ:

خوش ہو اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا
باندھ شہزادہ جواں بخت کے سر پر سہرا

ذوقؔ:

اے جواں بخت مبارک تجھے سر پر سہرا
آج ہے یمن وسعادت کا ترے سر سہرا(۵۳)

امداد امام اثر نے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ذوق نے محاورہ کا صحیح استعمال کیا ہے صرف یہ محاورہ نہیں کہ "تیرے سر سہرا ہے بلکہ محاورہ یہ ہے کہ "تیرے سر شاعری کا سہرا ہے ترے سر فضیلت کا سہرا ہے بلکہ محاورہ میں آج کا لفظ بھی داخل ہے۔ اس بناء پر غالب نے محاورہ میں تصرف کیا ہے اور محاورہ میں تصرف جائز نہیں۔ ذوق کا شعر بندش اور جوش بیان کے لحاظ سے بھی غالب سے بڑھا ہوا ہے۔"(۵۴)

پروفیسر ڈاکٹر سردار احمد خاں کی رائے سید امداد امام اثر کے برعکس ہے وہ لکھتے ہیں "نقش ثانی کی رعایت کے باوجود ذوق کا سہرا ذہنی پسماندگی کے باعث اپنا رنگ نہ جما سکا خاص طور سے مندرجہ ذیل اشعار سے تو دہلی کے پیشہ ور ڈوم ڈھاریوں کی بولی اور تالیوں کی پھٹکار سنائی دے رہی ہے۔۔۔۔۔۔"(۵۵)

سید احتشام حسین نے بھی اپنے مضمون ''ذوق و غالب'' میں اس مشہور زمانہ سہرے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''نواب زینت محل بہادر شاہ کی ملکہ تھیں ان کے بیٹے شہزادہ جواں بخت کی شادی تھی۔ نواب زینت محل نے غالب سے سہرے کی فرمائش کی اور غالب نے ایک خوبصورت سہرا لکھ کر حضور میں پیش کیا اور اشعار تو خیر جیسے بھی تھے مقطع ایک اہم ادبی معرکے کی جڑ بن گیا۔ ذوق سے ان کی چشمک نہ ہوتی تو اس مقطع میں کوئی خاص بات نظر نہ آتی ۔۔۔۔ سہرا اس اہتمام سے اور اس ماحول میں لکھا گیا کہ جنگل کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گیا اور غالب کو اندازہ ہوا کہ جو بات انہوں نے محض شاعرانہ طور پر لکھی تھی وہ کچھ اور بن گئی۔''(۵۶)

بات کس انداز سے بنی اور بگڑی اس سے قطع نظر اس سہرے نے خوب شہرت حاصل کی۔ بادشاہ کی خفگی دور کرنے کیلئے غالب نے جو قطعہ معذرت نامے کی صورت تحریر کیا وہ بھی بے حد مقبول ہوا۔

دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں غالب کا چار اشعار پر مشتمل ایک اور سہرا درج ہے جس کا مطلع ہے۔

چرخ تک دھوم ہے کس دھوم سے آیا سہرا
چاند کا دائرہ لے، زہرہ نے گایا سہرا(۵۷)

غالب نے سہرے کے یہ اشعار میاں غلام نظام الدین ابن میاں غلام نصیر الدین عرف کالے صاحب کی شادی کے موقع پر کہے۔

سید ناصر نذیر فراق دہلوی مرحوم نے قلعہ معلیٰ کی ایک ملازمہ ننھی خانم کے ملفوظات مرتب کیے ہیں۔ ننھی خانم کی ساس زنانے محل کے باورچی خانے کی بکاؤلی تھیں اور یہ اپنی ساس کے ساتھ قلعے جایا کرتی تھیں۔ سید ناصر نذیر فراق دہلوی نے ننھی خانم کا بیان لکھا ہے ''جب میاں غلام نظام الدین (ابن میاں غلام نصیر الدین عرف کالے

صاحب) کا بیاہ ہونے لگا تو مرزا نوشاہ نے ایسا سہرا لکھا جو ولی عہد کے سہرے سے اچھا تھا مگر میں بھول گئی دو ایک شعر یاد رہ گئے ہیں وہ سنائے دیتی ہوں۔''(۵۸)

امتیاز علی عرشی نے اس سہرے کے حواشی میں لکھا ہے:

''یہ سہرا رسوم دہلی، ۱۷۱ (طبع کراچی) از سید احمد دہلوی میں بھی دوسرے اور چوتھے شعر کے اضافے کے ساتھ سہرے کی مثال کے طور پر درج ہوا ہے مگر اس میں غالب کا نام نہیں۔''(۵۹)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اس سہرے کو قطعات کی ذیل میں رکھا گیا ہے اور یہ قطعہ نمبر ۳ ہے لیکن اسکا عنوان ''سہرا'' ہے۔(۶۰)

دیوانِ غالب کامل میں یہ سہرا ۱۸۵۲ء کے کلام میں شامل کیا گیا یہاں بھی اشعار کی تعداد چار ہے۔(۶۱) دیوانِ غالب کے مروّج ایڈیشن میں سہرا موجود نہیں۔

دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں غالب کا ایک مختصر ترین سہرا بھی شامل ہے۔

ہم نشیں تارے ہیں اور چاند شہاب الدین خاں
بزمِ شادی ہے، فلک، کاہ کشاں ہے سہرا
ان کو لڑیاں نہ کہو، بحر کی موجیں سمجھو
ہے تو کشتی میں، ولے بحرِ رواں ہے سہرا(۶۲)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں دو اشعار پر مبنی یہ سہرا قطعہ نمبر ۴ ہے۔(۶۳) دیوانِ غالب کامل میں بھی سہرے کے دو اشعار ہیں اور اسے مارچ ۱۸۶۱ء یا قبل از مارچ ۱۸۶۱ء کے کلام میں شمار کیا گیا ہے۔(۶۴) کالی داس گپتا رضا نے اپنے مضمون ''غالب کے بعض غیر متداول اردو اشعار کا زمانہ فکر'' میں سہرے کے متعلق لکھا ہے ''یہ شعر مولانا مہر نے اُس قلمی نسخہ دیوانِ غالب سے نقل کیے ہیں جو بیگم مرزا شجاع الدین احمد خاں تاباں دہلوی کی ملکیت میں تھا۔ مالک رام صاحب نے لکھا ہے کہ انہوں نے بیاضِ علائی میں بھی انہیں دیکھا ہے۔ بہ ظاہر، یہ اس پورے سہرے کے دو شعر ہیں جو مرزا شہاب الدین احمد

خاں ثاقب، شاگردِ غالب (۱۸۴۰ء تا ۱۸۶۹ء) کی شادی پر کہا گیا۔''(۶۵)

امتیاز علی عرشی نے سہرے کے حواشی میں مالک رام سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''بیاضِ علائی سے متعلق میری یادداشتوں میں ان کا حوالہ نہیں بظاہر یہ پورے سہرے کے دو شعر ہیں ورنہ اتنا مختصر سہرا تو کسی معمولی دولہا کا بھی نہیں ہوتا۔''(۶۶)

غالب کی یہ چند متفرق اردو منظومات اردو ادب میں ناقدین و محققین کی اسقدر توجہ حاصل کریں گی اس بات کا اندازہ یقیناً غالب کو بھی نہ تھا ورنہ وہ ان منظومات کو اپنے منتخب دیوان میں ضرور شامل کرتے۔

غالب اپنی زندگی میں ناقدردانی عصر کے ہمیشہ شاکی رہے۔ ان کا یہ شکوہ کسی حد تک درست بھی تھا لیکن غزل کی مقبولیت کے اس دور میں بھی مرتبین اور محققین غالب کی ان چند منظومات کو نظر انداز نہ کر سکے اور انہیں نہ صرف شاملِ دیوان کیا بلکہ ان منظومات کے پس پردہ حقائق کو جاننے اور انہیں قارئینِ ادب کے سامنے پیش کرنے میں گہری دلچسپی لی۔ ان نظموں کے موضوعات کی مناسبت سے غالب کی جدتِ تخیل اور جدتِ طرزِ بیان پُر اثر ہے صنفِ غزل اور صنفِ نثر کے ساتھ صنفِ نظم میں بھی غالب کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔

حواشی

۱۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) مرتب، امتیاز علی خاں عرشی، لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع دوم دسمبر ۲۰۱۱ء، ص ۳۸۷

۲۔ حالی، مولانا الطاف حسین، یادگار غالب، لاہور، خزینہ علم و ادب، ۲۰۰۲ء، ص ۹۰

۳۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۳۸۸

۴۔ ایضاً

۵۔ ایضاً، ص ۳۸۹

۶۔ ایضاً

۷۔ ایضاً

۸۔ دیوانِ غالب کامل، مرتب، کالی داس گپتا رضا، کراچی، انجمن ترقی اردو ہند، طبع چہارم، ص ۳۹۵

۹۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) مرتبین، ڈاکٹر محمد خاں اشرف، ڈاکٹر عظمت رباب، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء ص ۳۷۳

۱۰۔ دیوانِ غالب جرمن ایڈیشن، لاہور، کلاسک، طبع سوم، اپریل ۲۰۰۴ء ص ۳۰۱

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۳۸۸

۱۳۔ ایضاً ص ۳۸۷

۱۴۔ دیوانِ غالب کامل، ص ۳۹۵

۱۵۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۷۳

۱۶۔ نظیر صدیقی، غالب کے رد کردہ اشعار، مشمولہ نقوش، لاہور، غالب نمبر، لاہور، ص ۱۲۰

۱۷۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۳۹۰

۱۸۔ دیوانِ غالب کامل، ص ۳۶۶

۱۹۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۲۵

۲۰۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۳۹۰

۲۱۔ افتخار احمد عدنی، غالب شناسی کے کرشمے، لاہور، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، ص ۱۳۹

۲۲۔ نظیر صدیقی، غالب کے رد کردہ اشعار مشمولہ نقوش غالب نمبر، ص ۱۲۰

۲۳۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ۳۹۵

۲۴۔ دیوانِ غالب کامل، ص ۳۵۷

۲۵۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۷۴

۲۶۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) ص ص ۳۹۶، ۳۹۷

۲۷۔ ایضاً ص ۳۹۶

۲۸۔ دیوانِ غالب کامل، ص ۳۵۷، اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۷۴

۲۹۔ دیوانِ غالب کامل، ص ۳۵۷

۳۰۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۳۹۷

۳۱۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف)، ص ۳۷۴

۳۲۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص ۳۵۷

۳۳۔ مولانا عبدالسلام ندوی، شعرالہند حصہ دوم، مطبع معارف اعظم گڑھ، طبع چہارم، ۱۹۵۴، ص ۳۸۶

۳۴۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۳۹۲

۳۵۔ مولوی سید احمد دہلوی، رسوم دہلی، مرتب خلیق انجم، اردو اکادمی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۳۷

۳۶۔ جالبی، ڈاکٹر جمیل، تاریخ ادب اردو جلد چہارم، لاہور مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۳ء، ص ۵۱۱

۳۷۔ ایضاً، ص ۲۸۱

۳۸۔ دیوانِ غالبؔ (جرمن ایڈیشن) ص ۲۹۶

۳۹۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ اکیڈمی) ڈی لکس ایڈیشن، غالب اکیڈمی نئی دلی، ۱۹۹۳ء، ص ۲۹۷

۴۰۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۳۹۲

۴۱۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص ۳۴۶

۴۲۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۳۹۳

۴۳۔ آزاد، محمد حسین، آب حیات، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، ص ۴۱۵

۴۴۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص ۳۱۶

۴۵۔ ایضاً، ص ۳۱۵

۴۶۔ نقوش، غالب نمبر، ص ۵۳۵

۴۷۔ ایضاً، ص ۶۴۵

۴۸۔ آزاد، محمد حسین، آب حیات، ص ۴۱۶

۴۹۔ ایضاً، ص ۴۱۴

۵۰۔ ایضاً، ص ۴۱۵

۵۱۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۳۹۳

۵۲۔ امداد امام اثر، کاشف الحقائق بحوالہ شعرالہند از عبدالسلام ندوی، ص ۳۹۰

۵۳۔ ایضاً، ص ۳۸۷

۵۴۔ ایضاً

۵۵۔ سردار احمد خاں، پروفیسر، ڈاکٹر، بہادر شاہ ظفر شخصیت، فکر اور فن، علمی ورثہ، ۱۴ اگست ۲۰۰۱ء، ص ۷۶

۵۶۔ احتشام حسین، سید، ذوق و غالب مشمولہ، احوال و نقد غالب، مرتب، محمد حیات خاں سیال، لاہور، الائیڈ بک سنٹر، ۲۰۰۶ء ص ۳۸۹

۵۷۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص ۳۹۳

۵۸۔ حکیم خواجہ سید ناصر نذیر الدین فراق دہلوی، لال قلعے کی جھلک، مرتب انتظار مرزا، ڈاکٹر لاہور، بک ساک، ۲۰۰۵ء ص ۳۱

۵۹۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص ۳۹۴

۶۰۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۱۶

۶۱۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص ۳۴۸

۶۲۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص ۳۹۴

۶۳۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) ص ۳۱۶

۶۴۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص ۳۹۸

۶۵۔ ایضاً ص ۷۵

۶۶۔ دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) ص ۳۹۴

غالبؔ کے اردو کلام کی تدوین
حقائق و معروضات

مرزا اسد اللہ خان غالب اردو کے عظیم شاعر ہیں۔ ان کی شاعری بلند خیالی اور مخصوص انداز و اسلوب کے باوصف ہر دور میں مقبول رہی۔ غالب اپنے عہد میں اپنے کلام سے عوام الناس کی بے توجہی کا شکار رہے مگر بعد کے ادوار میں نقاد و محققین کی بھرپور توجہ کا مرکز بنے۔ غالب کے عہد سے لیکر آج تک غالب کے اردو کلام کی تدوین و ترتیب کا سلسلہ جاری ہے۔ اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) کی ۲۰۱۲ء میں اشاعت اس کا منہ بولتا ثبوت ہے جس میں پہلی بار غالب کے دستیاب اردو کلام کو الف بائی ترتیب کے ساتھ یکجا کر دیا گیا۔ یقیناً یہ تحقیقی منصوبہ شائقینِ غالب کے لیے دلچسپی کا باعث ہوگا۔

دیوانِ غالبؔ ان کی زندگی میں پانچ بار شائع ہوا تھا:

پہلا ایڈیشن	مطبع سید الاخبار، دلی	اکتوبر ۱۸۴۱ء	کل شعر ۱۰۹۶
دوسرا ایڈیشن	مطبع دار السلام، دلی	مئی ۱۸۴۷ء	کل شعر ۱۱۵۸
تیسرا ایڈیشن	مطبع احمدی، دلی	جولائی ۱۸۶۱ء	کل شعر ۱۷۹۶
چوتھا ایڈیشن	مطبع نظامی کانپور	جون، جولائی ۱۸۶۲ء	کل شعر ۱۸۰۲
پانچواں ایڈیشن	مطبع مفید خلائق، آگرہ	۱۸۶۳ء	کل شعر ۱۷۹۵

اور غالب کی وفات کے بعد بھی متعدد بار اس کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا۔ جتنی بار بھی دیوانِ غالب اشاعت پذیر ہوا اس میں کچھ نئے حقائق منظر عام پر آئے۔ کہیں ماضی کی غلطیوں کو پھر دہرایا گیا کہیں الحاق و ترمیم سے اشعار کی صورت بدلی اور کہیں املا اور رموز اوقاف کے مسائل سامنے آئے۔ کہیں مرتبین و تدوین کاروں نے طویل مقدموں اور جا و بے جا اختلافِ نسخ درج کر کے عام قاری کے ذوق طبع کو متاثر کیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اب تک کلام غالب ہر قسم کی اغلاط کی تصحیح کے بعد منظر عام پر آجاتا مگر ایسا ممکن نہ ہو سکا۔

کسی بھی نسخے کی تدوین و ترتیب کے وقت متن خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مطبوعہ یا غیر مطبوعہ تحریر خواہ نظم ہو یا نثر متن کہلاتی ہے۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی اپنے مضمون ''متن اور روایتِ متن'' میں لکھتے ہیں متن "Text" کسی ایسی عبارت، تحریر یا نقوشِ تحریر کو کہتے ہیں جن کی قرات یا معنوی تفہیم ممکن ہو''۔ (1)

(i) ایس۔ ایم کاترے کی رائے میں:

"Textual criticism has naturally to deal with texts. It may be defined as the skilled and methodical exercise of the human intellect on the settlement written in a language known, more or less, to the inquirer, and assumed to have a meaning which has been or can be ascertained such being the case, it will be appropriate". (2)

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ متون میں ترمیم و اضافے کا سلسلہ چلتا رہتا ہے لیکن اس صورت میں بنیادی نسخہ قدیم ترین نسخہ ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔ مشرق و مغرب میں کلاسیکی ادب عموماً مخطوطات کی صورت میں دستیاب ہے لیکن ان متون میں زبان، رسم الخط کی تبدیلی کے باعث ان کی اصل ہیئت کا تعین مشکل ہو جاتا ہے جس کے لیے محقق کو

جانکاری کی ضرورت ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو متون میں اغلاط اور ابہام کا پیدا ہونا یقینی امر ہے لہٰذا متون کی تحقیق میں چھان بین جتنی حزم واحتیاط سے کی جائے گی ترتیبِ متن اتنی ہی اساسی نسخہ کے قریب ترین ہوگی۔

رشید حسن خان اپنے مضمون ''تدوین اور تحقیق کے رجحانات'' میں لکھتے ہیں:

''تدوین کے لیے، جیسا کہ لکھا جا چکا ہے، مزاج کا تحقیق آشنا ہونا ضروری ہے اس کے بعد یہ ضروری ہے کہ تدوین کی شرائط سے اور اس کے اصولوں سے آدمی کما حقہٗ واقف ہو اور عملی مسائل سے بھی کم آشنا نہ ہو یعنی اسے یہ معلوم ہو کہ تدوین کا طریقہ کیا ہے؟ صحتِ متن کا مفہوم کیا ہے، اختلاف نسخ کا مطلب کیا ہے اور ایسے ہی دوسرے متعلقات''۔(۳)

تدوین وتحقیق کا راستہ نہایت کٹھن اور دشوار گزار ہے ماضی میں بھی محققین و تدوین کاران مشکلات کا سامنا کرتے رہے اور آج بھی اس راہِ شوق کے مسافر مختلف النوع مسائل سے دوچار ہیں جو نہ صرف ان کے لیے بلکہ قارئین کے لیے بھی ذہنی الجھاؤ کا باعث ہیں۔ نہ صرف نثری متون میں ابہام موجود ہیں بلکہ شعری متون میں بھی یہ مسائل قاری کے ذوقِ سلیم کو متاثر کرتے ہیں۔

متن میں تبدیلی یا غلطی مختلف نوعیت کی ہوتی ہے جو بذریعہ ترمیم، تعبیر، تنسیخ، تصحیف یا پھر انتساب کی صورت متن میں راہ پالیتی ہے۔ بعض اوقات ایک ہی تخلص کے شاعروں کے کلام میں التباس پیدا ہو جاتا ہے جیسے غالب نے پہلے اسد تخلص اختیار کیا پھر اسی التباس کے پیش نظر غالب لکھنے لگے۔ مختلف مشاعروں میں پڑھی جانے والی ایک ہی زمین کی غزلوں کے متن میں بھی تصرفات ہو جاتے ہیں۔ املاء رسم الخط، زبان اور تلفظ کے مسائل بھی تدوین متن میں خاص اہمیت رکھتے ہیں جہاں اغلاط کا امکان زیادہ ہوتا ہے مثلاً غالب کے اردو کلام کی تدوین میں مرتبین کئی مشکلات سے دوچار ہوئے حالانکہ خود غالب کو املائی مسائل سے خاص شغف تھا جس کا اظہار وہ آنے والے مسوّدوں پر اپنی رائے کے

ذریعے کرتے رہتے۔

بقول ڈاکٹر رشید حسن خاں:

''مرزا صاحب نے املا سے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ بکھرا ہوا ہے کچھ اس خط میں، کچھ اس کتاب میں۔ دوسری طرف صورتحال یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے قلم سے لفظوں کو جس طرح یا جس جس طرح لکھا ہے ایسا کوئی گوشوارہ مرتب نہیں کیا گیا جس میں ایسے سب لفظ یک جا طور پر سامنے رہیں اور ان کے ساتھ ضروری توضیحات اور بہت ضروری تفصیلات بھی ہوں ان دو کمیوں کے سبب سے مرزا صاحب کی نظم و نثر کی نسبت سے لفظوں کی صورت نگاری سے متعلق معلومات مکمل طور پر سامنے نہیں آسکیں۔ یہ اسی بکھراؤ کا نتیجہ ہے کہ ایک ہی لفظ کسی نے ایک طرح لکھا اور دوسرے نے دوسری طرح۔ اور یہ بھی ہوا کہ ایک شخص کی مرتب کی ہوئی کتاب میں بہ لحاظ املاء یکسانی نہیں۔ ایک ہی لفظ کی کہیں کوئی شکل سامنے آئی ہے اور کہیں وہی لفظ دوسری صورت میں سامنے آتا ہے۔''(۴)

املاء کے جدید انداز میں لفظ کے بامعنی اجزاء کو منقطع کر کے لکھا جاتا ہے تاکہ قاری کو آسانی ہو۔ کلام غالب کی تدوین میں املاء کا جدید و قدیم انداز دونوں طرح سے موجود رہے یہاں مدوّن اور مرتب نے اپنی اپنی خواہش کے موافق املاء کے مختلف انداز اپنائے۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں املاء کے اجزاء کو عموماً ملا کر لکھا گیا ہے۔ نقشِ اول میں بھی اور نقشِ ثانی میں بھی یہی صورت رہی مثلاً۔

یہ جانتا ہوں کہ تو اور پا سُخِ مکتوب
مگر ستمزدہ ہوں، ذوق خامہ فرسا کا(۵)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں ''ستم زدہ'' لکھا گیا ہے(۶) اور دیوان غالب کامل مرتب کالی داس گپتا رضا میں بھی جدید انداز کے پیش نظر ''ستم زدہ'' ہی ہے۔(۷)

دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) سے ایک اور مثال دیکھئے۔

ہے شکستن سے بھی دل نومید یارب کب تلک
آبگینہ،کوہ پر عرض گرانجانی کرے (۸)

یہاں پر مجوزہ املاء ''گراں جانی'' بہتر ہے۔

''دیوانِ غالب کامل'' املا کا یہی جدید انداز اپنایا گیا(۹) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں بھی ''گراں جانی'' ہی لکھا گیا(۱۰) ایک اور شعر نسخہ عرشی سے ملاحظہ ہو۔

درد سے میرے ، ہے تجھ کو بیقراری ، ھا یہائے
کیا ہوئی ظالم، تیری غفلت شعاری ھا یہائے (۱۱)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں ''ہائے ہائے'' کو جدید انداز میں لکھا گیا ہے(۱۲) اور ''دیوانِ غالب کامل'' میں بھی املا کا جدید انداز ہی موجود ہے (۱۳) لیکن اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں اسی غزل کے نویں شعر میں ''نپایا'' کو مولانا عرشی کی تقلید میں اسی طرح ہی رہنے دیا گیا

ہاتھ ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا
دل پہ اک، لگنے نپایا زخم کاری ہائے ہائے(۱۴)

املاء کے مسائل اپنی جگہ مگر رموز اوقاف بھی بعض اوقات متون کی تفہیم و قرأت میں تبدیلی کا باعث بنتے ہیں۔عبارت کو بلحاظ لفظ اور جملہ الگ الگ کرنے کے لیے ارباب دانش نے جو علامات مقرر کی ہیں انہیں رموز اوقاف کہا جاتا ہے۔ان کا مختلف طریق پر استعمال متن کی شرح اور مفہوم کو بدل دیتا ہے۔ رموز اوقاف کی اہمیت اردو نظم ونثر میں ہی نہیں بلکہ دیگر زبانوں میں بھی علامتِ وقف مفہوم کی شرح و تفہیم میں معاون ہیں۔کلامِ الٰہی میں بھی ان علامات کا اہتمام بڑی احتیاط سے کیا جاتا ہے۔

غالب کے اردو کلام کی تدوین کا کام کئی بار ہوا لہٰذا اس میں ترمیم واضافے بھی ہر دور میں ہوئے۔مدون نے کس طرح اپنی ذہنی اپج سے کام لیکر کلام غالب کے مفہوم تک

رسائی کی کوشش کی اور اس میں وہ کتنا کامیاب ہوا؟ نیز دیگر محققین نے کس طرح اختلاف رائے کیا یہ سب ایک عام قاری کے لیے ذہنی الجھاؤ کا باعث بنتا ہے۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں رموز اوقاف کے استعمال پر ڈاکٹر گیان چند نے مولانا امتیاز علی خان عرشی سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''یہ مسئلہ ہے کہ اردو شاعری کے پورے ذخیرے میں غالب کا قلم زد دیوان بہت سے دقیق اور معلّق اشعار کا مجموعہ ہے۔ چونکہ ان اشعار کے مفہوم تک پہنچنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں اسلیئے ان میں صحیح متن کا تعین بھی کسی قدر کٹھن ہے۔ عرشی صاحب کا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اشعار کے فقروں اور اجزاء میں اوقاف کا استعمال بڑی فراخدلی سے کیا ہے جس کی وجہ سے صحیح مفہوم کی طرف راہنمائی ہو جاتی ہے۔ ڈیڑھ ہزار سے اوپر اشعار کے اس دیوان میں تقریباً ہر جگہ عرشی صاحب کے اوقاف و اعراب کو تسلیم کرنا پڑتا ہے لیکن چند اشعار میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ اوقاف یا اضافت مختلف مقامات پر لائے جائیں تو معنی کی تفہیم میں سہولت ہو گی''۔ (۱۵)

ڈاکٹر گیان چند نے دس صفحات پر مشتمل اپنے مضمون ''نسخہ عرشی کچھ اشعار کی قرائتیں'' میں دیوانِ غالب کے کئی اشعار بطور مثال پیش کیے ہیں جہاں رموز اوقاف کے غلط یا بے جا استعمال سے شعر کا مفہوم تبدیل ہو گیا۔ کچھ اشعار میں اوقاف کی درستی عرشی صاحب نے دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) کے نقش ثانی میں ضرور فرمائی مگر کچھ اشعار نقش ثانی میں اب بھی ویسے ہی موجود ہیں جو قاری کی تفہیم میں قدرے رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں مثلاً نسخہ عرشی میں یہ شعر دیکھیے۔

جلوہ مایوس نہیں دل نگرانی، غافل
چشم امید ہے، روزن تیری دیواروں کا (۱۶)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں بھی یہ شعر اسی طرح درج ہے (۱۷) اور دیوانِ غالب کامل میں بھی شعر کی یہی صورت ہے (۱۸)۔ جبکہ ڈاکٹر گیان چند نے پہلے مصرعے کو یوں

مدون کیا ہے

''جلوہ مایوس نہیں دل، نگرانی غافل''

اور لکھتے ہیں ''میری رائے میں ''دل نگرانی'' کے معنی ہو سکتے ہیں دل کی نگرانی کرنا جو محبوب کا فعل ہو سکتا ہے صحیح قرأت یہ ہے کہ محبوب کو ''نگرانی غافل'' کہا جائے اے وہ شخص جو نگرانی میں کامل نہیں بلکہ غافل ہے ہمارا دل تیرے جلوے کو دیکھنے سے مایوس نہیں''۔ (۱۹)

نسخۂ عرشی میں یہ شعر ملاحظہ ہو:

ہنر پیدا کیا ہے میں نے، حیرت آزمائی میں
کہ جوہر آئینے کا ہر پلک، ہے، چشم حیراں کی (۲۰)

''دیوانِ غالب کامل'' میں یہ شعر اسی طرح درج ہے (۲۱) اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں بھی شعر کی یہی صورت ہے (۲۲) جبکہ ڈاکٹر گیان چند کے خیال میں ''دوسرے مصرعے کے معنی ہیں: چشم حیراں کی ہر پلک آئینے کا جوہر ہے ''پلک'' اور ''جوہر'' کی مشابہت ظاہر ہے۔ پلک کا تعلق آئینے سے نہیں ''چشم'' سے ہے اس لئے وقف کا مقام ''کا'' کے بعد ہے۔ (۲۳)

''نسخۂ عرشی'' میں غالب کا شعر ہے:

غبار دشت وحشت، سرمہ ساز انتظار آیا
کہ چشم آبلہ میں طول میل راہ مژگاں ہے (۲۴)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں یہ شعر ایسے ہی درج ہے (۲۵) اور دیوانِ غالب کامل مرتب کالی داس گپتا رضا میں بھی یہی صورت ہے (۲۶) ڈاکٹر گیان چند نے ان تینوں محققین سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے ''راستہ سلائی سے مشابہ ہے اس سلائی کا طول چشم آبلہ میں پلک کا کام دے رہا ہے راہ مژگاں کی سلائی کوئی معنی نہیں دیتی ہے ظاہر ہے کہ ''راہ'' کے بعد وقفہ ہونا چاہیے۔'' (۲۷) نسخہ عرشی میں غالب کا ایک اور شعر

مفت صفائے طبع ہے جلوۂ ناز سوختن
داغِ دل سیہ دلاں ، مردم چشم زاغ ہے (۲۸)

''دیوانِ غالب کامل'' میں بھی شعر کی یہی صورت ہے (۲۹) اور اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں بھی یہ اسی طرح درج ہے (۳۰) جبکہ ڈاکٹر گیان چند ''چشم زاغ'' بغیر اضافت کے درست سمجھتے ہیں لکھتے ہیں ''چشم زاغ'' ایک فارسی محاورہ ہے جس کے معنی ہیں بے حیا شخص یہاں چشم کی ''م'' ساکن ہے'' (۳۱) دیوانِ غالب (نسخہ عرشی) میں غالب کا یہ شعر دیکھئے۔

جو بشام غم چراغ خلوت دل تھا ، اسدؔ
وصل میں وہ سوز شمع مجلس تقریر ہے (۳۲)

اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں یہ شعر یوں درج ہے۔

جو بہ شام غم چراغ خلوت دل تھا، اسد
وصل میں وہ سوز شمع مجلس تقریر ہے (۳۳)

ڈاکٹر گیان چند نے دوسرے مصرعے کی تدوین یوں کی

''وصل میں وہ سوز، شمع مجلس تقریر ہے''

ان کے خیال میں محبوب کو سوز شمع مجلس تقریر'' کہنا مناسب نہیں اسلئے سوز کو بغیر اضافت تسلیم کرتے ہوئے ''جو'' کا مرجع قرار دیا جائے (۳۴) یہاں محض ایک علامت وقف ''سکتہ'' کی چند مثالیں پیش کی گئیں ۔ غالب کے اردو کلام کی تدوین میں یہ اختلافات کم وبیش سبھی دواوین ومرتبین کے ہاں پائے جاتے ہیں جنہیں پڑھ کر قاری کلام غالب کی تفہیم میں مختلف ابہام کا شکار ہوجاتا ہے۔

دراصل غالب کے زمانے میں رموز اوقاف کا استعمال نہیں تھا انگریزی زبان وتعلیم کے زیر اثر یہ علامات اردو زبان میں بتدریج شامل ہوئیں ۔ غالب کے تدوین کاروں نے بھی ان علائم ورموز کو اختیار کرتے ہوئے غالب کے مفہوم تک رسائی کو

آسان بنانے کی کوشش کی لہٰذا ہر مدون کا طریق دوسرے سے قدرے مختلف رہا۔ امتیاز علی خاں عرشی نے خود اس کا اعتراف کرتے ہوئے دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) کے مقدمے میں لکھا ہے:

''یوں تو اس نسخے میں وقف کی کئی عام علامتیں استعمال کی ہیں مگر ان میں سے ''کامے'' کو حد افراط تک برتا گیا ہے چونکہ مرزا صاحب جیسے تعقید پسند استاد کے کلام کا مطلب سمجھنے اور سمجھانے کے لیے ایسا کرنا ناگزیر تھا۔''(۳۵) ضرورت اس امر کی ہے کہ اردو کلام غالب کی تدوین اس نہج پر ہونی چاہیے کہ مفہوم تک رسائی کیلئے مدوّن وہ راستہ اختیار کرے جو بہت واضح اور اصل ماخذ سے قریب ترین ہو۔

نہ صرف رموز اوقاف بلکہ الحاقی کلام کا مسئلہ بھی تدوینِ متن میں خاص اہمیت رکھتا ہے اور غالب کے اردو کلام کی تدوین میں آج بھی توجہ طلب ہے۔ مؤلف کی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ تالیف میں اگر کسی دوسرے مؤلف کا مواد شامل ہو جائے تو اسے الحاقی مواد یا الحاقی کلام کہا جاتا ہے کہ اس الحاقی کلام کو تخلیقی ماہرین نے متنی تصرفات میں سے ایک تصرف قرار دیا ہے۔ بقول ڈاکٹر نذیر احمد:

''متون میں تصرفات دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک الحاق کی شکل میں اور دوسرے متن کی زبان میں تغیر، ترمیم و اصلاح کی صورت میں، اول الذکر حالت میں دوسروں کا کلام شامل ہو جاتا ہے اور آخر الذکر صورت میں مصنف کی زبان میں طرح طرح کی ترمیمیں دانستہ اور نادانستہ طور پر عمل میں آتی ہیں۔ محقق دونوں طرح کے تصرفات کا تعین کرتا ہے اور متن کو کانٹ چھانٹ کر اصل متن متعین کرنے کی کوشش کرتا ہے۔''(۳۶)

متن میں الحاقی کلام کی نشاندہی متن کی تدوینی تحقیق کے دوران دستیاب متون کے تقابلی جائزے سے ہو سکتی ہے۔ تدوینِ متن ہی کے ذریعے محقق الحاقی کلام کو اصل متن سے خارج کرتا ہے۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی کی رائے میں

''ترتیب کی راہ ہفت خواں کا سب سے بڑا طلسم الحاق الکلام ہے جس کی متنوع اور گونا گوں مثالیں اردو شعراء کے دواوین میں ملتی ہیں۔ الحاق کہیں تو کاتب کی لاعلمی یا بداحتیاطی کی وجہ سے عمل میں آتا ہے یا پھر وہ کسی ارادت وعقیدت اور خلوص کے زیر اثر کیا جاتا ہے۔''(۳۷)

کلام غالب میں الحاق کی ایک دلچسپ مثال ''بھوپال والی غزل'' ہے جو دیوانِ غالب مرتب مالک رام میں موجود ہے اور دیوانِ غالب کے (نسخہ عرشی) کے طبع اول میں بھی یادگارِ نالہ کے تحت شامل کی گئی لیکن مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے اسے نقش ثانی طبع دوم میں دستیاب حقائق وشواہد کو تسلیم کرتے ہوئے قلمزد کر دیا۔ یہ حقائق وشواہد جناب نادم سیتاپوری کی کتاب (''غالب کے کلام میں الحاقی عناصر'' میں تیرہ صفحات پر مشتمل مضمون بعنوان ''بھوپال والی غزل'' میں تفصیلاً موجود ہیں۔ جناب نادم سیتاپوری نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ غزل ابوالارشاد مولوی محمد ابراہیم خلیل صاحب (جو بھوپال میں اردو، فارسی اور عربی شعبہ کے صدر مدرس تھے) نے ''اپریل فول'' کے طور پر لکھی تھی اور اس زمانہ میں اسکول کے پرچہ ''گوہر تعلیم'' کے اپریل ۳۷ء کے شمارے میں شائع بھی ہوئی تھی۔ جناب نادم سیتاپوری نے اس سلسلے میں ڈاکٹر گیان چند کے مضمون ''غالب اور بھوپال'' کا تذکرہ بھی کیا ہے جو دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے مجلّے ''اردوئے معلّیٰ'' کے پہلے شمارے میں شائع ہوا۔ بہر حال یہ طے شدہ امر ہے کہ غالب اپنے دورایام میں کبھی بھوپال نہیں گئے جس کا تذکرہ مذکورہ غزل کے مقطعے میں ہوا۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے بھی اپنے مضمون ''تیاری اور مواد کی فراہمی'' میں مذکورہ غزل پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر گیان چند جین کے حوالے سے لکھا ہے۔

''۔۔۔۔۔بھوپال میں غالب کی آمد کا کوئی ثبوت نہیں میں نے جناب مالک رام کو لکھا کہ یہ غزل الحاقی ہے؟ لیکن وہ اپنے نو دریافت مایہ عزیز کو گنوا دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ ان کا اصرار تھا کہ یہ غزل غالب ہی کی ہے۔ حال میں اس غزل کا از سر نو راز سر بستہ

واہو گیا۔''(۳۸)

ان وضاحتی مضامین کے بعد اور دیوانِ غالبؔ (نسخہ عرشی) کے نقش ثانی میں قلمزد ہونے کے باوجود یہ غزل اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) جو 2012ء میں منظر عام پر آیا میں موجود ہے۔ قارئین کی دلچسپی کیلئے اس کا مطلع اور مقطع پیش کیا جاتا ہے۔

بھولے سے کاش وہ ادھر آئیں تو شام ہو
کیا لطف ہو جو ابلقِ دوراں بھی رام ہو
پیرانہ سال غالب مے کش کرے گا کیا
بھوپال میں مزید جو دو دن قیام ہو(۳۹)

اس غزل کی اردو کلیات غالب (نسخہ اشرف) میں موجودگی ثابت کرتی ہے کہ تدوین کلام غالب میں اغلاط، الحاق، ترمیم اور تصرّف کا جو سلسلہ غالب کی زندگی میں شروع ہوا تھا ہنوز جاری ہے بقول جناب نادم سیتاپوری:

''الحاق و انتساب کا یہ سلسلہ نیا نہیں بلکہ بہت پرانا ہے بعض جگہ لوگوں نے غالب کے نام سے دھوکہ کھایا بعض جگہ انداز بیان و رنگ سخن سے، کوئی تخیل کے عمق سے مرعوب ہوا اور کوئی پرشکوہ ترکیبوں سے، کسی نے صرف راوی کی شخصیت پر اعتماد کیا اور کوئی تحقیق کے میدان میں دوسروں پر سبقت لے جانے کے لیے، کہیں بے احتیاطی اور جذبہ غالب پرستی کے غلو نے غالبیات کے لیے ایک ایسا مسئلہ پیدا کر دیا ہے جسے تحقیق کی روشنی میں اب بہر حال سامنے آہی جانا چاہیے۔''(۴۰)

جناب نادم سیتاپوری کی رائے درست مگر کلام غالب کے مرتبین اپنی اپنی ذہنی استعداد اور مخصوص زاویہ نظر کے ساتھ میدانِ تحقیق میں قدم دھرتے رہیں گے۔ اور شائقین و محققین ''گنجینہ معنی کے اس طلسم'' سے گوہرِ نایاب ڈھونڈنے کی سعی کرتے رہیں گے جب تک کلام غالب ہر قسم کے الحاق و تصرّفات سے مبرّا نہیں ہو جاتا۔

حواشی

۱۔ علوی، تنویر احمد، ڈاکٹر، متن اور روایت متن، مشمولہ اردو میں اصولِ تحقیق، جلد اول، مرتب ایم سلطانہ بخش، اسلام آباد، ورڈ ویژن پبلشرز، 1995، ص ۳۴۹

۲۔ Katre S.M, Indian Textual Criticism, Poona, Curator Bhandarkar Oriental Research Institute, 1954, page 01.

۳۔ رشید حسن خان، تدوین اور تحقیق کے رجحانات، مشمولہ اردو میں اصول تحقیق، جلد اول، ص ۲۸۷

۴۔ رشید حسن خاں، املائے غالب، کراچی، ادارہ یادگار غالب، طبع اول ۲۰۰۰ء، ص ۱۳

۵۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی)، مرتب عرشی، امتیاز علی خاں، لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع دوم دسمبر ۲۰۱۱ء

۶۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) مرتبین، اشرف، ڈاکٹر محمد خاں، عظمت رباب، ڈاکٹر، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص ۶۸

۷۔ دیوانِ غالبؔ کامل، مرتب کالی داس گپتا رضا، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، طبع چہارم، ۲۰۱۲ء، ص ۶۵۶

۸۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۳۶۸

۹۔ دیوانِ غالبؔ کامل، مرتب، کالی داس گپتا رضا ص ۶۶۵

۱۰۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص ۲۱۵

۱۱۔ دیوانِ غالبؔ (نسخۂ عرشی) ص ۶۷۸

۱۲۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص ۶۷۸

۱۳۔ دیوانِ غالبؔ کامل، ص ۶۸۸

۱۴۔ اردو کلیات غالب، ص ۶۷۸

۱۵۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموز غالب، کراچی، ادارہ یادگار غالب، 1999ء ص۲۸۹

۱۶۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)، ص ۳۰

۱۷۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص۴۷

۱۸۔ دیوانِ غالب کامل، ص۱۴۴

۱۹۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموز غالب، ص۸۶

۲۰۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)، ص۸۶

۲۱۔ دیوانِ غالب کامل، ص۱۹۷

۲۲۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص۶۵۵

۲۳۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموز غالب، ص۲۹۵

۲۴۔ دیوانِ غالب کامل، ص۲۲۶

۲۵۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص۶۵۵

۲۶۔ دیوانِ غالب کامل، ص۲۲۶

۲۷۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموز غالب، ص۲۹۵

۲۸۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) ص۱۲۳

۲۹۔ دیوانِ غالب کامل، ص۲۳۴

۳۰۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص۲۴۸

۳۱۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموز غالب، ص۲۹۸

۳۲۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) ص۱۰۲

۳۳۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص۲۴۴

۳۴۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموز غالب، ص۲۹۶

۳۵۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) مقدمہ، ص۱۵۹

۳۶۔ نذیر احمد، ڈاکٹر، تحقیق و تصحیح متن کے مسائل، مشمولہ اردو میں اصول تحقیق جلد اول، ص ۳۱۳

۳۷۔ علوی، تنویر احمد، ڈاکٹر، قدیم دواوین کی ترتیب کے مسائل، مشمولہ اردو میں اصول تحقیق، جلد دوم، مرتب، ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، اسلام آباد، ورڈ ویژن پبلشرز، طبع چہارم ۲۰۰۱ء ص ۱۱۵

۳۸۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، تیاری اور مواد کی فراہمی، مشمولہ، اردو میں اصول تحقیق، جلد اول ص ۳۴۱

۳۹۔ اردو کلیات غالب (نسخۂ اشرف) ص ۱۸۵

۴۰۔ نادم سیتاپوری، غالب کے کلام میں الحاقی عناصر، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ، س۔ن، ص ۷۰



ڈاکٹر ثمینہ ندیم گزشتہ دو دہائیوں سے تدریس سے وابستہ ہیں۔ اردو ادب سے انھیں خاص لگاؤ ہے۔
اب تک پانچ تصانیف اور تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر متعدد مضامین و مقالات شائع ہو چکے ہیں۔
قومی و بین الاقوامی کانفرنسوں اور سیمینارز میں شرکت کر چکی ہیں۔

ڈاکٹر ثمینہ ندیم نے جی سی یو لاہور سے ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔
ایم اے کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا اور گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے رول آف آنر حاصل کیا۔
بی اے کے امتحان میں پنجاب یونیورسٹی میں میرٹ سکالرشپ کی حقدار ٹھیریں۔

آج کل لاہور میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔
اور علمی و ادبی سرگرمیوں کی روحِ رواں بھی۔ " غالب تحقیقاتِ شعر " ان کے عمدہ
ذوقِ تحقیق کی آئینہ دار ہے

Rs. 700.00

www.sangemeel.com
ISBN-10: 969-35-3270-8
ISBN-13: 978-969-35-3270-8
9789693532708